جلد ٦ نومبر ۱۹٦۵ء شمارہ ۱۱

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ٦٠ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

آل عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

نومبر ۱۹۶۵ء

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ: چھ روپے
فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

طابع و ناشر: چوہدری محمد ابراہیم۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ، مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۶ ○ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ ○ شمارہ ۱۱

۲۵ نومبر ۱۹۶۵ء

قدرتِ ثانیہ کا ایک اور نہایت عظیم الشان ظہور

خوف کے بعد مومنوں کے قلوب پر آسمانی سکینت کا نزول

۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو علی الصبح دو بج کر بیس منٹ پر جماعتِ احمدیہ کو جو سانحہ عظیم پیش آیا وہ زلزلۂ عظیمہ سے کسی طرح کم نہ تھا جس نے روئے زمین پر بسنے والے ہر قوم اور ہر نسل کے احمدیوں میں سے ہر ایک کے ہر ہر ذرّۂ وجود کو ہلا کر رکھ دیا۔ انہیں بجلی کا سا ایک شدید دھکا لگا جس کے صدمہ سے گویا دل بیٹھ گئے، نبضیں چھوٹ گئیں اور سانس رُک رُک گئے۔ ہر شخص کی یہ حالت تھی کہ گویا ایک سکتہ کا عالم طاری ہے، کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، پوچھو تو بات کرنے کا یارا نہیں۔ نہ پاؤں تلے زمین محسوس ہوتی تھی اور نہ سر کے اوپر نیلگوں آسمان کے وجود کا احساس ہی باقی تھا۔ ہر شخص کھویا کھویا اور از خود رفتہ نظر آتا تھا۔ کیوں نہ ایسا ہوتا جب کہ وہ گوہرِ نایاب، وہ لعلِ بے بہا، وہ گنجِ گراں مایہ، وہ علم و حکمت کا سرچشمہ و سرمایہ، وہ معرفت و بصیرت کا بحرِ بیکراں، وہ آیۂ خدائے رحیم و رحماں، وہ قدرتِ خداوندی کا زندہ نشاں، وہ محرمِ اسرارِ یزداں، وہ کاشفِ الفاظ و معانیٔ قرآں، وہ دینِ متین اور ملتِ احمد کا نگہباں، وہ صاحبِ قلمِ زرفشاں، وہ شیریں مقال و جادو بیاں، الغرض وہ مثیلِ مسیحائے زماں ——— جس کے دم سے ہر فردِ جماعت اپنے اندر

تاب و تواں پاتا اور زندگی کو رواں دیکھتا تھا، بہ تقدیرِ الٰہی دنیا کو ایک نئے روحانی انقلاب سے ہمکنار کر کے اور اس طرح اس جہانِ فانی میں اپنا کام پورا کر کے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت کر گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کے وصال سے ۸ نومبر کو جماعتِ احمدیہ کے افراد پر قیامت ٹوٹ پڑی اور ان کے لئے دنیا اندھیر ہو گئی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان آسمانی بشارتوں کے مطابق پیدا ہونے والے وہ نامی اور اخص فرزندِ دلبند گرامی ارجمند تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مظہر الاول وَالآخِر مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعُلَاءِ کے لقب سے سرفراز فرمایا اور جن کے ظہور کو اس نے کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ کہہ کر خود اپنا ظہور قرار دیا۔ حسب پیشگوئی آپ قدرت اور رحمت اور قربت اور فضل اور احسان کا نشان تھے، فتح و ظفر کی کلید اور وہ ذی حشم و ذی شان منظفر تھے جس پر خدائے ذوالعرش نے خود سلام بھیجا۔ آپ کے وجود کی برکت سے مشرق و مغرب کے اُن لوگوں نے جو زندگی کے خواہاں تھے موت کے پنجہ سے نجات پائی۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے تھے، باذن اللہ زندہ ہو کر باہر نکل آئے، دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوا، حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آگیا اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ آپ ایک نور تھے جسے خدا تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا تھا۔ خدا نے آپ میں اپنی روح ڈالی تھی۔ وہ آپ کے لب ہائے مبارک پر بولتا اور غیب کی خبریں ظاہر فرماتا تھا ——— ایسے مقدس و مطہر، ایسے مبارک و سراپا برکت، ایسے نابغہ و نادرِ روزگار وجود کے اٹھ جانے پر احبابِ جماعت کا غم و اندوہ میں ڈوب جانا اور خوف و ہراس سے بھر جانا ایک قدرتی امر تھا۔

چنانچہ آپ کے وصال کی خبر ملتے ہی چند گھنٹوں کے اندر اندر قریباً پچاس ہزار احمدی احباب پاکستان کے کونہ کونہ سے اس حال میں ربوہ میں آجمع ہوئے کہ ان کے دل رو رہے تھے، آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں، اور سینوں سے آہیں بلند ہو کر عرشِ الٰہی سے ٹکرا رہی تھیں۔ ایک تو امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی جدائی کا صدمہ ہی کچھ کم نہ تھا، اس پر یہ غم ہمتوں کو پست کئے دے رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ اس نازک موقع پر جماعت کا مثالی اتحاد اور شیرازہ بندی برقرار نہ رہ سکی اور تشتت و افتراق نے راہ پا کر ہوا بگاڑ دی تو پھر کیا بنے گا، اور دنیا میں غلبۂ اسلام کے وعدے کیونکر، کس طرح اور کب پورے ہوں گے۔ اس دوہرے صدمہ اور غم کا بوجھ اس قدر زیادہ اور ناقابلِ برداشت تھا کہ ہر شخص کی کمرِ ہمت ٹوٹی جا رہی تھی، دل پژمردہ تھے اور گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔

البتہ آنکھیں رہ رہ کر آسمان کی طرف ضرور اٹھتی تھیں اور کچھ وقت خدائے اعلیٰ واجلیٰ کے حضور فریاد کناں رہ کر پھر جھک جاتی تھیں۔ بے انتہا غم والم، حزن وملال، خوف وہراس اور ہر آن بڑھنے والی دہشت کی یہ ناقابل بیان کیفیت تھی جس سے اُس کٹھن گھڑی اور آڑے وقت میں ہر احمدی دوچار تھا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور ہر آنکھ مضطرب تھی کہ اس گھٹا ٹوپ تاریکی میں امید کی کرن نمودار ہو جو بڑھتے بڑھتے پورے افق پر چھا جائے اور تیرگی کو چھانٹ کر دنیا کو پھر بقعۂ نور بنا دے۔ آسرا تھا تو صرف اور صرف خدائے قادر وقدوس کی ذاتِ بے ہمتا اور اس کی رحمتِ بے پایاں کا اسی لئے رہ رہ کر بار بار ہر دل کی گہرائی سے یہ صدا بلند ہو رہی تھی ؎

سب منحصر ہے رحمتِ پروردگار پر

چنانچہ سب دعاؤں میں مصروف تھے کہ خدائے ذوالمنن اپنی اس جماعت پر جسے اُس نے اسلام کو دنیا بھر میں غالب کرنے کے لئے چُنا ہے اپنی رحمت کا سایہ برقرار رکھے اور یہ بفضلہ تعالیٰ ید اللہ علی الجماعۃ کی مصداق بنی رہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان تھا اور یقیناً تھا، اور یہ وعدے ایک لحاظ سے وجہِ تسلّی تھے اور ضرور تھے بایں ہمہ ہر دل بجا طور پر ڈر اور لرز رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کے ماتحت اِس موقع پر جماعت کے لئے کوئی عارضی اور درمیانی ابتلاء نہ مقدر ہو اور بعض لوگ اپنی شامتِ اعمال سے اس ابتلاء میں پورے نہ اتر سکیں اور جماعت میں تشتّت وافتراق کا بیج بونے والے شمار ہوں۔ پھر کون یہ دعویٰ کر سکتا تھا کہ وہ ضرور ہی راہِ سداد پر قائم رہے گا اور شیطان کے بہکاوے میں ہرگز نہ آئے گا۔ اِس لئے تائید ونصرت کے خدائی وعدوں کے باوجود بہت ڈر اور خوف کا مقام تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر شخص غمزدہ وخوف زدہ ہو کر آستانۂ الٰہی پر سجدہ ریز اور مصروفِ دعا تھا بلکہ ہمہ تن دعا بنا ہُوا تھا کہ اے خدا، اے ذوالمجد والعطاء، اے رحیم اور مشکل کشا! تُو اپنی رحمت کا ہاتھ دراز کر اور جماعت کو کسی ابتلاء میں پڑنے اور غلط راہ پر گامزن ہونے سے بچا لے۔ تُو دلوں پر ایسا تصرف کر کہ جو تیری نگاہ میں برگزیدہ اور مقبول اور امامت کا اہل ہے، سب اُسی کی طرف کھنچے جائیں اور کسی اختلاف کے بغیر سب اُسی پر متحد ومتفق ہو کر اُس کے دستِ مبارک پر بیعت کر لیں اور وہ تیری ہی دی ہوئی توفیق اور تائید سے جماعت کے اتحاد واتفاق اور اسکی مثالی شیرازہ بندی کا ضامن بن جائے تا خدا والوں کا یہ قافلہ اپنے نئے قافلہ سالار کی آسمانی قیادت میں قدم بقدم اپنی منزلِ مقصود کی طرف پوری ظفرمندی کے ساتھ پہلے ہی کی طرح بڑھتا چلا جائے۔ انتہائی درد وکرب کے عالم میں ہر دل سے نکلنے والی یہ دعا اُس وقت صحیح معنوں میں ؏

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

کی مصداق تھی۔ لیکن خدا تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے کے باوجود اُس وقت حتمی طور پر کسی کو معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نزولِ ملائکہ کے ذریعہ ہزاروں مومنوں کے دلوں سے نکلی ہوئی اِس متضرّعانہ دعا کو قبول فرما لیا ہے اور کوئی دم میں جنابِ الٰہی سے انہیں مونہہ مانگی مراد ملنے ہی والی ہے۔

---

٨ نومبر کا دن اِسی درد و اضطراب، غم و الم اور خوف و ہراس کے عالم میں گزرا۔ خدا خدا کر کے رات ہوئی اور نمازِ عشاء کے بعد مسجد مبارک میں مجلسِ انتخابِ خلافت کا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں اراکینِ مجلس انتخاب کے سوا اَور کسی کو شریک ہونے یا وہاں موجود رہنے کی اجازت نہ تھی۔ ہر چند کہ باقی تمام لوگ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھروں کو جا سکتے تھے لیکن وہاں سے واپس جانے کو کس کا جی چاہتا تھا۔ ہزاروں ہزار احباب مسجد کے باہر کچھ فاصلہ پر کھڑے دعائیں کرتے رہے کہ خدا تعالیٰ اراکینِ مجلسِ انتخاب کو وہی فیصلہ کرنے کی توفیق دے جو جماعت کے حق میں، اسلام کے حق میں، اور دنیا کے حق میں بہتر ہو۔ دل اُن کے یادِ الٰہی میں محو تھے اور آنکھیں مسجد کے دروازہ پر لگی ہوئی تھیں کہ کب دروازہ کھلے اور اندر جانے کی اجازت ملے اور وہ اوّلین فرصت میں خلیفۃ المسیح الثالث کی بیعت سے مشرف ہوں۔ اگرچہ آسمان کی فضا نہایت پُرسکون تھی اور شبِ چہاردہم کی چاندنی ہر طرف چھٹکی ہوئی تھی تاہم قصرِ خلافت کے احاطہ میں مسجد مبارک کے گرد ہزاروں ہزار مضطرب دل رحمتِ خداوندی کے انتظار میں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے دستِ قدرت و رحمت سے اُن پر امن و سکینت اور طمانیت کا پھایا رکھے۔ تین گھنٹے کے صبر آزما انتظار کے بعد ساڑھے دس بجے کے قریب مسجد کا شمال مغربی دروازہ کھلا اور احباب کو اندر آنے کی اجازت ملی۔ اندر سے باہر آنے والے ایک رکنِ مجلسِ انتخاب نے کہا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، خلیفۃ المسیح الثالث منتخب ہو گئے ہیں اور تمام اراکینِ مجلسِ انتخاب نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی ہے۔ یہ سنتے اور اجازت ملتے ہی ہزاروں ہزار احباب اس قدر بے قابو ہو کر مسجد کے دروازے کی طرف دوڑے کہ گویا وہ اپنے آپے میں نہیں ہیں۔ حقیقت بھی یہی تھی کہ اُس وقت وہ اپنے آپ میں نہیں تھے۔ بلکہ فرشتے آسمان سے نازل ہو کر انہیں خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے حضور میں باریاب کرنے کے لئے دوڑائے لئے جا رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اس قدر عجلت میں اور اس قدر تیزی کے ساتھ مسجد کے اندر داخل ہوئے کہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ ضعیف العمر احباب اور بچے پاؤں تلے روندے نہ جائیں۔ اس وقت کچھ خدام نے ہوشمندی سے کام لے کر ایسے ضعیف العمر احباب اور بچوں کو جگہ جگہ اپنے حلقہ میں لے لیا اور انہیں دیوانہ وار آگے بڑھتے چلے آنے والے احباب کے ریلے سے بچا لیا۔ چند لمحوں میں

مسجد اس طرح بھر گئی کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔

احباب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک جھلک دیکھنے اور حضور کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لیئے بے تاب تھے اور برابر اصرار کر رہے تھے کہ ان کی بیعت لی جائے۔ احباب کا اصرار دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کھڑے ہوئے اور کھڑے ہوتے ہی احباب کو بیٹھنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ کی آواز سنتے ہی نہ صرف مسجد کے اندر تمام احباب بیٹھ گئے بلکہ جو احباب بیعت کرنے کے لئے دُور دُور سے بھاگے چلے آرہے تھے اور ابھی مسجد کے باہر راستہ میں ہی تھے ان میں سے جس جس کے کان میں بھی آپ کی آواز پڑی وہ راستہ میں وہیں بیٹھ گیا۔ احباب کے بیٹھنے اور مکمل خاموشی ہو جانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آپ نے یہ بھاری ذمہ داری اور اہم خدمت میرے سپرد کی ہے۔ میں حقیر ہوں عاجز ہوں، بے علم اور کمزور ہوں لیکن ہمارا خدا جس کی طرف ہم منسوب ہوتے ہیں وہ بڑی طاقتوں اور قدرتوں والا ہے۔ اس لئے ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی دعاؤں اور مشوروں سے میری مدد کریں۔ میں آپ کے لئے دعا کروں گا آپ میرے لئے دعا کریں"

ان چند روح پرور کلمات نے سامعین پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری کر دی اور انہوں نے بے اختیار ہو کر نعرے لگانے شروع کر دیئے چنانچہ ساری مسجد اور اس کا پورا ماحول اللہ اکبر، اسلام زندہ باد، احمدیت زندہ باد، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث زندہ باد کے پُرجوش ہی نہیں فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔

اس مختصر لیکن نہایت ہی روح پرور واثر انگیز خطاب کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے ہزاروں ہزار حاضرین سے بیعت لی۔ عجب ایمان افروز و پُرکیف منظر تھا۔ اس خیال سے کہ سب احباب بیک وقت ایک ہی بیعت میں شریک ہو سکیں بعض احباب نے عجب وارفتگی کے عالم میں اپنی پگڑیاں اتار کر پھیلا دیں اور سب نے مل کر ان کے سروں کو پکڑ لیا اور ان کا ایک ایک سرا آگے بیٹھے ہوئے اُن لوگوں کے اوپر ڈال دیا جنہوں نے اپنے ہاتھ حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھوں میں دے رکھے تھے۔ جن کے ہاتھ کسی پگڑی کا سرا نہ آسکا انہوں نے ایک دوسرے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنا رابطہ آگے بیٹھے ہوئے لوگوں

سے قائم کرلیا جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا شرف حاصل تھا۔ اس طرح سب سراپا اشتیاق اور ہمہ تن گوش بن کر حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف متوجہ ہوگئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے بیعت کے الفاظ بڑی بلند اور پُرشوکت آواز میں کہنے شروع کئے۔ ہزاروں ہزار احباب نے آپ کی اقتداء میں اس قدر جذبہ و جوش کے ساتھ بیعت کے الفاظ دہرائے کہ مسجد مبارک ہی نہیں ربوہ کا گوشہ گوشہ اُن کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ اُس وقت دل گواہی دے رہے تھے کہ اِن آوازوں کی گونج ملائے اعلیٰ میں بھی سنی جارہی ہے۔

احباب بیعت کے الفاظ دہراتے جاتے تھے اور ایک عجیب کیف آور سکینت و طمانیت ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتی جاتی تھی۔ کونسا دل تھا جس نے اُس وقت نزولِ ملائکہ کا مشاہدہ نہ کیا اور وہ ان کی پاک تاثیرات کو محسوس کرکے خوشی سے جھوم نہیں اٹھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خوف و ہراس اور بے چینی و اضطراب کی ساری کیفیت آنِ واحد میں کالعدم ہوکر رہ گئی۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر دل غمزدہ اور مجروح ضرور تھے لیکن اب وہ خوف و ہراس اور بے یقینی و خدشات کی بجائے ناقابلِ بیان اطمینان و سکینت اور اعتماد و وثوق کی دولت سے مالا مال تھے۔ احباب محزون و مغموم ہونے کے ساتھ ساتھ اِس لحاظ سے خوش تھے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو پایۂ قبولیت جگہ دی اور جماعت فردِ واحد کی طرح متحد ہوکر پھر ایک آسمانی ہاتھ پر جمع ہوگئی اور خلافت ثالثہ کے بالاتفاق قیام سے ولیبدلنّھم من بعد خوفھم امنا کا خدائی وعدہ خود ان کے اپنے وجودوں میں پورا ہوا۔ پھر وہ اس بات پر بھی خوش تھے کہ رحمتِ خداوندی نے انہیں اراکین مجلسِ انتخاب کے بعد سب سے پہلی بیعتِ عام میں شمولیت کے خصوصی شرف سے سرفراز فرمایا۔

بیعت لینے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے دعا کرائی۔ ہزاروں ہزار احباب نے آپ کی اقتداء میں اس درد و سوز اور دلی تڑپ کے ساتھ دعا کی کہ ساری مسجد ہچکیوں، سسکیوں، گریہ و زاری اور آہ و بکا کی دردناک آوازوں سے گونج اٹھی۔ وہ خدا تعالیٰ کا شکر بجا لا رہے تھے کہ اُس نے اپنے فضل سے جماعت کے اتحاد و اتفاق اور یک جہتی و یک رنگی کو برقرار رکھا اور ساری جماعت کو پھر ایک ہاتھ پر جمع کرکے اپنی معیت اور تائید و نصرت کا ایک عظیم الشان نشان ظاہر فرمایا اور دنیا پر ایک دفعہ پھر واضح کردیا کہ اِس جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اُس نے خود اِسے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے اور وہ خود ہی اس کا محافظ ہے۔ پھر وہ خدائے قادر و قدوس سے رو رو کر التجا کر رہے تھے کہ وہ اپنے فضل سے انہیں بیعت کے عہد پر قائم رہنے اور اسے کماحقہٗ نبھانے کی توفیق عطا

فرمائے تا وہ اطاعت کا کامل نمونہ پیش کر کے دین کی سربلندی کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرتے چلے جائیں ــــــــ بیعت کا عہد کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اقتداء میں کی جانے والی یہ دعا اپنی بے اندازہ تاثیر کے لحاظ سے ایک خاص شان کی حامل تھی۔ اس کے نتیجہ میں سینے دُھل کر صاف ہو گئے، دلوں کو ایک نئی تقویت اور روحوں کو ایک نئی بالیدگی نصیب ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی اُس کی قدرتوں اور اُس کے وعدوں پر ایک نئے زندہ ایمان سے ہر مبائع مالا مال ہوا۔ ہر سینہ شک سے دھویا گیا اور ہر دل بدل گیا۔ ہر کسی نے محسوس کیا کہ وہ پہلے جو کچھ تھا بیعت کرنے کے بعد اب وہ نہیں ہے بلکہ ایک اور ہی انسان ہے ایمان و یقین اور معرفت سے علی قدر مراتب بھرپور انسان۔ چند گھنٹے پیشتر وہ روتے ہوئے دل کے ساتھ آئے تھے اور اب وہ بیعت کرنے اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد سکینت و طمانیت کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔

یہ تھا قدرتِ ثانیہ کے ایک اور ظہور کے ذریعہ خلافتِ ثالثہ کے قیام کا ایمان افروز منظر جس نے ہزاروں ہزار انسانوں کی آن کی آن میں کایا پلٹ دی۔ ہم قدرتِ ثالثہ کے اِس نئے ظہور پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُن الفاظ میں جو آپ نے خلافتِ ثانیہ کے قیام سے متعلق رقم فرمائے تھے کسی قدر تصرف کے ساتھ کہتے ہیں کہ ــــــــ اے جانے والے! تجھے موعودہ کامیابیوں، کامرانیوں، اور ظفر مندیوں سے بھرپور تیرا پاک و زرّیں یادگار عہدِ خلافت مبارک ہو۔ تُو نے اپنے امام (مطاع جس کا تُو مثیل اور حسن و احسان میں نظیر تھا) کی امانت کو خوب نبھایا اور خلافت کو ایسی آہنی سلاخوں سے باندھ دیا اور اسے دلوں میں ایسا راسخ کر دیا کہ پھر کوئی طاقت اسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکی اور انشاء اللہ نہ آئندہ کبھی ہلا سکے گی۔ جا، اور اپنے آقا کے ہاتھوں سے مبارکباد کا تحفہ لے اور رضوانِ یار کا ہار پہن کر جنّت میں ابدی بسیرا کر۔ ــــــــ

اور اے انبیاء ماسبق کی پیشگوئیوں اور خود مسیحِ پاک ؑ کی بشارتوں کے بموجب آنے والے! تجھے بھی مبارک ہو کہ تُو نے وساوس و خدشات اور ایک گونہ بے یقینی کے سیاہ بادلوں کو پھاڑ کر مسندِ خلافت پر قدم رکھا اور قدم رکھتے ہی رحمت کی بارشیں برسا دیں۔ تُو ہزاروں کانپتے ہوئے دلوں میں سے ہو کر تختِ امامت کی طرف آیا اور پھر صرف ایک ہاتھ کی جنبش سے ان تھرّاتے ہوئے سینوں کو سکینت بخش دی۔ آ، اور ایک شکور جماعت کی ہزاروں دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ ان کی سرداری کے تاج

کو قبول فرما۔

بالآخر ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر دلی غم و الم اور حزن و ملال کا اظہار کرتے ہوئے حضور کی جسمانی اولاد اور متعلقین کرام سے (جن میں حضور رضی کی ہمشیرگان، حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی، اور حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی، حضور رضی کے حرم محترم حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ اور حضرت سیدہ بشریٰ بیگم مہر آپا صاحبہ، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ اور آپ کے جملہ برادران و ہمشیرگان اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ دیگر افراد شامل ہیں) نیز حضور رضی کی تمام روحانی اولاد سے جو مشرق و مغرب کے مختلف براعظموں اور ان کے بلاد و امصار میں پھیلی ہوئی ہے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور رضی کو اعلیٰ علیین میں اپنے خاص مقام قرب سے نوازے اور حضور رضی کی مقدس و مطہر روح پر انوار و برکات اور افضال و انعامات کی بارش برسائے اور حضور کے درجات کو تا ابد بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

نیز ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خدائی فیصلہ کے بموجب مسندِ خلافت پر متمکن ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے آپ کو بصدقِ دل یقین دلاتے ہیں کہ ہم انشاء اللہ العزیز آپ کی پوری پوری اطاعت کریں گے اور آپ کے ہر حکم کو بسر و چشم بجا لائیں گے اور اسلام کی سربلندی کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی آسمانی قیادت میں ہمیں اسلام کی آخری مکمل اور فیصلہ کن فتح کا دن دیکھنا نصیب کرے۔　　　آمین اللّٰھم آمین۔ یا ارحم الراحمین۔ آمین۔

تلخی کی زندگی اختیار کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔" (الوصیت)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام :-

ایمان ایک قوّت ہے جو سچی شجاعت اور ہمت انسان کو عطا کرتا ھے

مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید ایمان ہی تھا

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایمان باللہ کی اہمیت اس کی تاثیرات اور عظیم الشان برکات پر دردپرور انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ ایمان ایک قوّت ہے جو سچی شجاعت اور ہمت انسان کو عطا کرتا ہے نیز بتایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بے مثال قوّتِ قدسی کی مدد سے صحابہؓ کو اس قوت ایمانی سے ہی تومالامال کر دکھایا تھا جو انہوں نے قلیل التعداد اور بے سروسامان ہونے کے باوجود اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کو زیر کر دکھایا اور یہ ایمان ہی کی تو تاثیر تھی کہ وہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں سر دینے اور جانیں قربان کر دینے کو ادنیٰ سی بات سمجھتے تھے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خدا کی راہ میں سختی کا برداشت کرنا، مصائب اور مشکلات کے جھیلنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو جانا، ایمانی تحریک ہی سے ہوتا ہے۔ ایمان ایک قوّت ہے جو سچی شجاعت اور ہمت اِنسان کو عطا کرتا ہے۔ اس کا نمونہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے تو وہ کونسی بات تھی جس نے باور کرایا کہ اِس پر ایک بیکس و ناتواں اِنسان کے ساتھ ہو جانے سے ہم کو کوئی ثواب ملے گا ظاہری آنکھ اس کے سوا کچھ نہ دکھاتی تھی کہ اس ایک کے ساتھ ہونے سے ساری قوموں کو اپنا دشمن بنالیا ہے جس کا نتیجہ صریح یہ معلوم ہوتا تھا کہ مصائب اور مشکلات کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور وہ چکنا چور کر ڈالے گا۔ اور اسی طرح پر ہم ضائع ہو جائیں گے مگر کوئی اور آنکھ بھی تھی جس نے اِن مصائب اور مشکلات کو ہیچ سمجھا تھا اور اِس راہ میں مر جانا جس کے نزدیک ایک راحت اور سرور کا موجب تھا۔ اُس آنکھ نے وہ کچھ دیکھا تھا جو ان ظاہر بین آنکھوں کے نظارہ سے نہاں در نہاں اور بہت ہی دُور تھا۔ وہ ایمانی آنکھ تھی اور ایمانی قوّت تھی جو ان ساری تکلیفوا

اور دُکھوں کو بالکل ہیچ دکھاتی تھی۔ آخر ایمان ہی غالب آیا اور ایمان نے وہ کرشمہ دکھایا کہ جس پر ہنستے تھے، جس کو ناتواں اور بے کس کہتے تھے، اُس نے اس ایمان کے ذریعہ ان کو کہاں پہنچا دیا۔ وہ ثواب اور اجر جو پہلے مخفی تھا پھر ایسا آشکارا ہُوا کہ اس کو دنیا نے دیکھا اور محسوس کیا کہ ہاں یہ اسی کا ثمرہ ہے۔ ایمان کی بدولت وہ جماعت صحابہ رضؓ کی نہ تھکی اور نہ ماندہ ہوئی۔ بلکہ قوتِ ایمانی کی تحریک سے بڑے بڑے عظیم الشان کام کر دکھائے اور پھر بھی کہا تو یہی کہا کہ جو حق کرنے کا تھا نہیں کیا۔ ایمان نے ان کو وہ قوت عطا کی کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں سر کٹا دینا اور جانوں کا قربان کر دینا ایک ادنٰے سی بات تھی۔ . . . . . .

صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر اپنی عملی حالت سے دکھایا کہ وہ خدا جو غیب الغیب ہستی ہے اور جو باطل پرست مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ اور نہاں ہے انہوں نے اپنی آنکھ سے ہاں آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔ ورنہ بتاؤ تو سہی کہ وہ کیا بات تھی جس نے ان کو ذرا بھی پرواہ نہ ہونے دی کہ قوم چھوڑی، ملک چھوڑا، جائدادیں چھوڑیں، احباب اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کیا۔ وہ صرف خدا ہی پر بھروسہ تھا اور ایک خدا پر بھروسہ کر کے انھوں نے وہ کر کے دکھایا کہ اگر تاریخ کی ورق گردانی کریں تو انسان حیرت اور تعجب سے بھر جاتا ہے۔ ایمان تھا اور صرف ایمان تھا اور کچھ نہ تھا۔ ورنہ بالمقابل دنیاداروں کے منصوبے اور تدبیریں اور پوری کوششیں اور سرگرمیاں تھیں پر وہ کامیاب نہ ہو سکے، ان کی تعداد، جماعت، دولت سب کچھ زیادہ تھا مگر ایمان نہ تھا اور صرف ایمان ہی کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے اور کامیابی کی صورت نہ دیکھ سکے۔ مگر صحابہؓ نے ایمانی قوت سے سب کچھ جیت لیا۔ انہوں نے جب ایک شخص کی آواز سُنی جس نے باوصفیکہ اُمّی ہونے کی حالت میں پرورش پائی تھی مگر اپنے صدق اور امانت اور راستبازی میں شہرت یافتہ تھا، جب اُس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں، یہ سنتے ہی ساتھ گئے، اور پھر دیوانوں کی طرح اس کے پیچھے چلے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ وہ صرف ایک ہی بات تھی جس نے ان کی یہ حالت بنادی اور وہ ایمان تھا۔ یاد رکھو خدا پر ایمان بڑی چیز ہے۔ . . . . .

صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انھوں نے جب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتداء میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گُم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصّہ میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور انہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ ان لوگوں کی پیروی کسی رسم و رواج تک میں بھی نہ کرتے تھے جن کو وہ کفار کہتے تھے۔ جب تک اسلام اس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال

اور عروج کا رہا۔ اس میں سرّ یہ تھا کہ

خدا داری چہ غم داری

مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید بھی ایمان تھا۔ صلاح الدین کے مقابلہ پر کس قدر ہجوم ہُوا تھا لیکن آخر اس پر کوئی قابو نہ پا سکا۔ اس کی نیت اسلام کی خدمت تھی۔ غرض ایک مدّت تک ایسا ہی رہا۔ ....

صحابہ کرامؓ کو دیکھو کہ انھوں نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی خدا کو نہیں چھوڑا۔ لڑائی اور تلوار کا وقت ایسا خطرناک ہوتا ہے کہ محض اس کے تصور سے ہی انسان گھبرا اٹھتا ہے۔ وہ وقت جب کہ جوش اور غضب کا وقت ہوتا ہے، ایسی حالت میں بھی وہ خدا سے غافل نہیں ہوئے، نمازوں کو نہیں چھوڑا، دعاؤں سے کام لیا۔

.... ہماری رائے تو یہی ہے جس کو آنکھیں دیکھتی ہیں ترقی کی ایک ہی راہ ہے کہ (مسلمان) خدا کو پہچانیں اور اس پر زندہ ایمان پیدا کریں۔"

ملفوظات جلد دوم ص ۱۵۱ تا ص ۱۵۹)

تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا، اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے ...... جو آخیر تک صبر کریں گے .... وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔"

(الوصیت)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَتَهَلَّلُوا بِالْقَتْلِ وَالْإِجْلَاءِ

صحابہ کرامؓ قتل اور جلاوطنی پر خوش ہوگئے

إِنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ كَذُكَاءِ
یقیناً صحابہ سب کے سب سورج جیسے ہیں
قَدْ نَوَّرُوا وَجْهَ الْوَرَى بِضِيَاءِ
انہوں نے مخلوقات کا چہرہ روشنی سے منور کر دیا ہے

تَرَكُوا أَقَارِبَهُمْ وَحُبَّ عِيَالِهِمْ
اقارب اور عیال کی محبت کو انہوں نے ترک کر دیا
جَاءُوا رَسُولَ اللّٰهِ كَالْفُقَرَاءِ
اور فقیروں کی طرح رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے

ذُبِحُوا وَمَا خَافُوا الْوَرَى مِنْ صِدْقِهِمْ
وہ ذبح کئے گئے اور صداقت کے اظہار میں کسی کا خوف نہ کیا
بَلْ آثَرُوا الرَّحْمٰنَ عِنْدَ بَلَاءِ
بلکہ بلاؤں میں خدا ہی کو اختیار کیا

تَحْتَ السُّيُوفِ تَشَهَّدُوا لِخُلُوصِهِمْ
خلوص کے باعث تلواروں کے نیچے شہید ہوئے
شَهِدُوا بِصِدْقِ الْقَلْبِ فِي الْأَمْلَاءِ
اور مجالس میں صداقت قلب سے شہادت ادا کرتے رہے

حَضَرُوا الْمَوَاطِنَ كُلَّهَا مِنْ صِدْقِهِمْ
صداقت سے ہر مقام پر حاضر رہے
حَفَدُوا لَهَا فِي حَرَّةٍ رَجْلَاءِ
اور ہر مقام میں یاری و خدمت گزاری کی سنگلاخ سخت زمین میں

اَلصَّالِحُونَ الْخَاشِعُونَ لِرَبِّهِمْ
وہ صالح تھے رب کے آگے جھکنے والے تھے
اَلْبَائِتُونَ بِذِكْرِهِ وَبُكَاءِ
اور اس کی یاد میں رو رو کر راتیں گزارنے والے تھے

نَهَضُوا لِنَصْرِ نَبِيِّنَا بِوَفَاءِ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کیلئے پوری وفا کیساتھ متحرک ہوئے
عِنْدَ الضَّلَالِ وَفِتْنَةٍ صَمَّاءِ
کمال گمراہی اور سخت فتنہ کے وقت میں

وَتَخَيَّرُوا لِلّٰهِ كُلَّ مُصِيبَةٍ
خدا کی راہ میں کل مصیبتیں قبول کیں
وَتَهَلَّلُوا بِالْقَتْلِ وَالْإِجْلَاءِ
اور قتل اور جلاوطنی پر خوش ہوگئے۔

(سر الخلافہ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دعائے بامداد و گریۂ اسحار

(صبح کے وقت کی دعا اور گریہ وزاری)

ہر زماں از بہرِ دیں درخوں دلِ من مے تپد — محرمِ ایں دردِ ما جُز عالمِ اسرار نیست

میرا دل دین کی خاطر ہر وقت خون میں تڑپ رہا ہے — ہمارے اس درد کا واقف اُس عالم الغیب خدا کے سوا اور کوئی نہیں

آنچہ بر ما مے رود از غم کہ داند جُز خدا — زہر مے نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست

غم جو ہم پر گذر رہا ہے اسے خدا کے سوا کون جان سکتا ہے — ہم زہر پی رہے ہیں لیکن بولنے کی طاقت نہیں رکھتے

ہر کسے غمخواریٔ اہلِ اقارب مے کند — اے دریغ ایں بیکسے را ہیچ کس غمخوار نیست

ہر شخص اپنے اہل و عیال کی غمخواری کرتا ہے مگر افسوس — کہ اس بے کس کا کوئی غم خوار نہیں

خونِ دیں بینم رواں چوں کشتگانِ کربلا — اے عجب ایں مردماں را مہرِ آں دلدار نیست

کشتگانِ کربلا کی طرح میں دین کا خون بہتا ہوا دیکھتا ہوں، — مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو اس معشوق سے کچھ بھی محبت نہیں

ایکہ داری مقدرت ہم عزمِ تائیداتِ دیں — لطف کن مارا نظر بر اندک و بسیار نیست

اے وہ شخص جو توفیق بھی رکھتا ہے اور نصرت دین کا ارادہ بھی رکھتا ہے جتنا ہو سکے دے ہمیں تھوڑے بہت کا خیال نہیں

بیں کہ چوں در خاک مے غلطد ز جورِ ناکساں — آنکہ مثلِ او بہ زیرِ گنبدِ دوّار نیست

دیکھ کس طرح نالائقوں کے ظلم سے خاک میں لوٹ رہا ہے وہ دین جس کا آسمان کے نیچے کوئی ثانی نہیں،

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں — جُز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

اس مصیبت کے وقت ہم غریبوں کا علاج سوائے صبح کی دُعا اور سحری کے رونے کے اور کچھ نہیں، (برکات الدعا)

صحابۂ کرامؓ کی بے نظیر قربانیاں

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تفسیر کبیر میں سورۃ الفرقان کی آیات ۶۹ تا ۷۲ (وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ الخ) کی نہایت لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے دنیا میں توحید کی اشاعت اور اس کے قیام کے سلسلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے نظیر قربانیوں پر بھی بہت موثر انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ تفسیر کا یہ حصہ افادۂ احباب کی غرض سے ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے (ادارہ)

"اللہ تعالےٰ فرماتا ہے رحمٰن کے بندوں کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ وہ شرک نہیں کرتے اور کسی ایسی جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل کرنا اللہ تعالےٰ نے حرام کیا ہوا ہے۔ ہاں خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ طریق پر قتل کرنا پڑے تو ایسا کرتے ہیں۔ جیسے جہاد میں یا قاتل کو قتل کی سزا دینے کے لئے۔

یہ علامت بھی ہمیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کی زندگیوں میں نہایت نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے انہوں نے توحید کی اشاعت کے لئے وہ وہ قربانیاں پیش کیں کہ آج بھی تاریخ کے صفحات میں ان کا ذکر پڑھ کر انسانی قلب لرز جاتا ہے۔ وہ خدائے واحد و یگانہ پر ایمان لانے کی وجہ سے قتل کئے گئے، ان کے اموال چھین لئے گئے، ان کی عورتوں کی آبروریزی کی گئی، انہیں اپنے وطن سے بے وطن کیا گیا، انہیں تپتی ریت پر لٹایا گیا، ان کے سینوں پر بڑے بڑے بھاری پتھر رکھ کر ان پر جوتوں سمیت کودا گیا، اور انہیں لات و منات اور عزّیٰ کی پرستش پر مجبور کیا گیا۔ مگر وہ لوگ خدا تعالےٰ کے عشق میں کچھ ایسے سرشار تھے کہ ان کی زبانوں سے اگر کوئی فقرہ نکلا تو صرف یہی کہ خدا ایک ہے خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کفارِ مکہ نے یہاں تک پیش کش کی کہ ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے لئے

تیار ہیں۔ صرف اتنا مطالبہ آپ منظور کریں۔ کہ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا نہ کہیں۔ مگر اتنی بڑی پیشکش کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مطالبہ کو نہایت حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور ایک لمحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہ کیا کہ خدائے واحد کی توحید میں کوئی خلل واقع ہو۔ بلکہ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں بھی کھڑا کر دیں۔ تب بھی میں خدا تعالیٰ کی توحید کے اعلان سے باز نہیں رہ سکتا۔ پھر آپؐ کی آنکھوں کے سامنے محض توحید کو تسلیم کرنے کے جرم میں، آپؐ کے عزیز ترین صحابہ پر بڑے بڑے مظالم توڑے گئے۔ خود آپؐ کو اور آپؐ کے خاندان کو بھی مظالم کا تختۂ مشق بننا پڑا۔ مگر آپؐ نے ان تمام تکالیف کے باوجود دنیا کی ہر اس قوم سے لڑائی کی جو توحید کی دشمن تھی۔ آپؐ نے مشرکینِ مکہ کا بھی مقابلہ کیا جو سینکڑوں بتوں کے پجاری تھے۔ آپؐ نے عیسائیوں کا بھی مقابلہ کیا جو مسیح ناصریؑ کو ابن اللہ کہتے تھے، آپؐ نے یہود کا بھی مقابلہ کیا جو عزیرؑ کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے تھے، آپؐ نے مجوسیوں کا بھی مقابلہ کیا جو آگ کے پجاری تھے اور آخر عرب میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں توحید کو غالب کر کے دکھایا اور بتوں کے پرستاروں کو خدائے واحد کے آستانہ پر ڈالا۔

پھر جب آپؐ کی وفات کا وقت آیا تو حدیثوں میں آتا ہے کہ آپؐ کرب و اضطراب کے ساتھ کبھی ایک کروٹ بدلتے اور کبھی دوسری۔ اور بار بار فرماتے خدا تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اسی طرح آپ نے صحابہؓ کو نصیحت فرمائی کہ دیکھنا میری قبر کو کبھی سجدہ گاہ نہ بنانا۔ دیکھنا میرے بشر ہونے کے مقام کو کبھی فراموش نہ کرنا۔ چنانچہ آپؐ کی اسی تعلیم اور تعہد کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا کے ہر شہر اور ہر گاؤں اور ہر قریہ میں دن کی روشنی اور رات کی تاریکیوں میں پانچ مرتبہ یہ آواز بلند ہوتی سنائی دیتی ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ غرض رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے توحید کا جھنڈا اتنی مضبوطی سے بلند کیا کہ وہ آج تک اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں لہرا رہا اور کفر کے سینوں میں ناسور ڈال رہا ہے۔ پس عباد الرحمٰن کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ وہ شرک کے کبھی قریب نہیں جاتے اور خدا تعالیٰ کی توحید کو زمین پر پھیلانے کے لئے ہر قسم کی جائز کوشش عمل میں لاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ شرک خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کے بالکل منافی ہے۔

اسی طرح عباد الرحمٰن کی ایک اور علامت یہ بتائی کہ وہ کسی کو ناجائز طور پر قتل نہیں کرتے۔ یہ علامت بھی اپنی پوری شان کے ساتھ ہمیں صحابہؓ کے مقدس وجودوں میں جلوہ گر دکھائی دیتی ہے۔ وہ اِس حکم پر اتنی سختی سے عمل کرتے تھے کہ باوجود اس کے کہ وہ ایسی اقوام سے برسرِ پیکار رہے جو بزورِ شمشیر اُن سے اپنا مذہب بدلوانا

چاہتی تھیں پھر بھی ان کی تلوار صرف ان افراد پر اٹھتی تھی جو عملاً جنگ میں شامل ہوں۔ کبھی عورت کسی بچے کسی بوڑھے کسی راہب اور کسی پنڈت یا پادری پر نہیں اٹھتی تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اسلام صرف لڑنے والے افراد سے جنگ کرنا جائز قرار دیتا ہے دوسرے افراد کو قتل کرنا خواہ وہ دشمن قوم سے ہی کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں جائز قرار نہیں دیتا۔ آج دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں جو اپنے آپ کو عدل و انصاف کا علمبردار قرار دیتی ہیں اور جن کا وجود امن عالم کے قیام کی ضمانت سمجھا جاتا ہے ان کی یہ کیفیت ہے کہ وہ دشمن اقوام کو ہمیشہ ایٹمی ہتھیاروں سے ہلاک کرنے کی دھمکی دیتی رہتی ہیں۔ بلکہ عملاً گزشتہ جنگ عظیم میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر لاکھوں بے گناہ جاپانی مردوں اور عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور اسے امن عالم کے قیام کے لئے ایک بڑا بھاری کارنامہ قرار دے کر سراہا گیا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں کہیں ایسا ظلم دکھائی نہیں دیتا کہ بر سر پیکار ہونے کی حالت میں بھی انہوں نے بے گناہ مردوں اور عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کیا ہو۔ مگر یہ لاکھوں افراد کے ناجائز خون سے اپنے ہاتھ رنگنے والے تو عدل و انصاف کے مجسّم کہلاتے ہیں اور وہ مسلمان جنہوں نے اپنے پاؤں تلے کبھی ایک چیونٹی کو بھی نہیں مسلا تھا انہیں یہ لوگ (نعوذ باللہ) ڈاکو اور لٹیرا قرار دیتے ہیں ؂

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا "

(تفسیر کبیر جلد ۵ حصہ ۲ صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۴)

خدا کے پسندیدہ لوگ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔ " (الوصیت)

بیعت کا مفہوم

مکرم مولانا محمد صادق صاحب فاضل سابق مبلغ سماٹرا

بیعۃ کا مفہوم عربی زبان میں یوں لکھا ہے التولیۃ وعقد لھا (منجد) کہ کسی کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا جائے اور اس کے متعلق عہد کر لیا جائے۔

شرعی اصطلاح میں بیعۃ اس معاہدہ کو کہا جاتا ہے۔ جو ایک شخص خدا تعالیٰ کے کسی نبی یا اس کے خلیفہ سے کرتا ہے بظاہر وہ معاہدہ ایک انسان سے ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ خود خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۔ (الفتح آیت ۱۰) کہ وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کرتے ہیں خود اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے یعنی وہ ان کی حفاظت فرماتا ہے

بیعۃ کی غرض اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ بیعت کرنے والا خدا تعالیٰ کے احکام کی حتی الوسع پیروی کرے اور جن باتوں سے وہ روکتا ہے اس سے رک جائے۔ اور بیعت لینے والا نبی ہو یا خلیفہ بیعت کرنے والے کے لئے دعا کرے اور اپنے فیض سے اسے نوازے۔ اگر کوئی اس عہد پر قائم رہتا ہے تو اسے اجر ملے گا۔ اور اگر وہ اسے توڑتا ہے اور اس کے متعلق لاپرواہی برتتا ہے تو وہ خود نقصان اٹھائے گا۔ فرمایا۔ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا (الفتح ۱۰) کہ جو شخص اس کو توڑے گا تو اس کا نقصان خود اسے ہوگا اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے خدا تعالیٰ سے کیا ہے۔ تو اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم ملے گا۔

بیعۃ کی دو قسمیں ہیں قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بیعۃ دو قسم کی ہے

اوّل وہ بیعت جو نبی پر ایمان لاتے یا نبی کے خلیفہ کی طاعت کا جوًا اپنی گردن پر رکھتے ہوئے کی جاتی ہے یہ ساری عمر کے لئے ہوتی ہے اس لئے اس کو "مستقل بیعت" کہہ سکتے ہیں۔

دوم ایک بیعت وہ ہوتی ہے جو نبی یا اس کا خلیفہ کسی خاص موقع پر ہنگامی طور پر خاص مقصد کے لئے اپنے مبایعین سے لیتا ہے اسے "ہنگامی بیعت" کا نام دیا جا سکتا ہے۔

ان دونوں قسم کی بیعتوں کا ذکر قرآن مجید میں پایا جاتا ہے۔ مستقل بیعت جو مردوں سے لی جاتی ہے اس کا ثبوت سورۃ الفتح کی دسویں آیت ہے جو اوپر درج ہو چکی ہے چونکہ یہ بیعت عورتوں سے بھی لینا ویسے ہی ضروری تھا۔ جیسے مردوں سے، اس لئے دوسری جگہ فرمایا:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الممتحنہ ۱۳)

کہ اے نبی! جب ایمان لانے والی عورتیں تیرے پاس اس لئے آئیں کہ تیری بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ اپنے خاوندوں پر جان بوجھ کر بہتان لگائیں گی اور نہ ہی کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی۔ تو اُن کی بیعت لے لو اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے بخشش مانگو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے"

اسی بیعت کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ فقد مات میتۃ جاھلیۃ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ صـ۳۲) کہ جو شخص اس حال میں مر جائے کہ اسکی گردن میں کسی نبی یا خلیفہ کی بیعت کا جوًا نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"

پھر فرمایا:-

من بایع اماماً فاعطاہ صفقۃ یدہ و ثمرۃ قلبہ فلیطعہ ان استطاع (رواہ مسلم عن عبد اللہ بن عمرو)

کہ جو شخص کسی امام کی بیعت کرلے اور اس کو اپنے ہاتھ کا سودا اور دل کا پھل دے دے تو اس کا فرض ہے کہ حتی الوسع اسکی اطاعت کرے۔

ہاتھ کے سودے سے مراد مال و دولت ہے۔ اور دل کے پھل سے مراد اخلاص اور صدق اور وفا ہے۔ مدعا یہ کہ بیعت کرتے وقت انسان اپنے مال و دولت اور جان کو اخلاص کے ساتھ اپنے امام کے سپرد کرتا ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ حتی الامکان اسکی اطاعت بھی کرے،

بیعت اور بیع

دراصل لفظ بیعت بھی بیع سے ماخوذ ہے۔ اسی لئے بیعت کرنے والے مومنوں کو خدا تعالیٰ نے بائع (فروخت کرنے والے) اور خود کو مشتری (خریدار) اور بیعت کو بیع قرار دیا ہے۔ فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ٥ (التوبۃ ۱۱۱)

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور ان کے لئے جنت مقرر کر دی ہے۔ وہ (اپنے اخلاص کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے جو تورات، انجیل اور قرآن میں پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نسبت اپنے عہد کو پورا کرنے والا زیادہ اور کون ہو سکتا ہے؟!! پس اے مومنو! تم اپنی اس خرید و فروخت کی وجہ سے خوش ہو جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کی ہے۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے"

دیکھیے، اس میں اسی بیعت کو بیع کا نام دیا گیا ہے اور جب کوئی اس بیع پر قائم رہے تو اس کے لئے فوز عظیم کا وعدہ ہے۔ پس یہی وہ بیع ہے۔ جو دنیا میں بھی اور عالم آخرت میں بھی مبایعین کے لئے موجب سعادت و برکت ہو سکتی ہے۔ ورنہ دنیوی خرید و فروخت کے متعلق فرمایا:۔ لَا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خُلَّۃٌ (سورۃ البقرہ ۲۵۴) کہ قیامت کے دن کوئی خرید و فروخت اور دوستی کام نہ آئے گی"

پھر فرمایا:۔ لَا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خِلٰلٌ (سورہ ابراہیم ۳۱) کہ قیامت کے دن کوئی خرید و فروخت اور دوستی فائدہ نہ دے گی۔

پس دنیا کی تجارتیں اور دوستیں سب یہیں دھری رہ جائیں گی۔ اور دنیا دار کے لئے سب بے فائدہ

ثابت ہوں گی۔ ہاں فرمایا:-

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ
یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝

(سورۃ الزخرف آیت ۶۷-۶۸)

کہ اس دن دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے ہاں متقی اس دشمنی سے پاک ہوں گے اور خدا تعالیٰ انہیں فرمائے گا! اے میرے بندو! آج کے دن تم پر کسی قسم کا خوف طاری نہ ہوگا۔ اور نہ ہی تمہیں غم لاحق ہوگا" مبارک ہیں وہ جو خدائے پاک سے عہد بیعت کریں اور پھر آخر تک وفاداری سے اس پر قائم رہیں!

ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ ہاں، ایسا عہد صرف ایک شخص کے ہاتھ پر ہی کیا جا سکتا ہے اس لئے مسلمانوں کو متنبہ کر دیا گیا ہے کہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ایک وقت میں ایک ہی ہوگا اس لئے صرف ایک ہی کی بیعت کی جائے۔ اور اگر کوئی شخص خدا کی طرف سے کھڑا ہو چکا ہو۔ اور لوگ اس کی بیعت کر چکے ہوں پھر اس کے بعد دوسرا کوئی اور شخص کھڑا ہو جائے تو مسلمانوں کو اس کی طرف توجہ ہی نہ کرنی چاہیئے اور پہلے کی بیعت کو ہی وفاداری سے نبھانا چاہیئے۔ فرمایا:- وکانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تأمرنا قال فوا ببیعۃ الاول فالاول (متفق علیہ، عن ابی ھریرۃ) کہ بنی اسرائیل (یہودیوں) کی سیاست اور نگرانی انبیاء کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ اس لئے جب کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین (خلیفہ) ہوتا لیکن میرے بعد کوئی شرعی نبی نہ ہوگا۔ ہاں خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے سوال کیا، ہمیں ان کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا جسے خدا پہلے کھڑا کر دے اور تم اسکی بیعت کر لو تو اسکی بیعت کو وفاداری سے نبھانا!"

ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منھما (رواہ مسلم) کہ جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے۔ تو ان میں سے پچھلے کو یونہی چھوڑ دو اور اسکی پرواہ بھی نہ کرو، اقتلوا کے یہی معنے نہایہ لابن الاثیر حدیث کی مشہور لغت میں درج ہیں۔

خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا چونکہ جس خلیفہ کو پہلے خدا تعالےٰ کھڑا کرے اسی کی بیعت کو آخر تک

نبھانے کا حکم ہے۔ اور پیچھے کھڑا ہونے والے کے متعلق یہی حکم ہے کہ اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے جب عبداللہ بن سبا کا فتنہ زور پکڑ گیا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک طوفان برپا ہو گیا، تو باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ آپ خلافت سے اپنے آپ کو معزول کر دیں۔ آپ نے فرمایا خواہ تمہارے الزامات کیسے ہی ہوں لیکن میں اپنے آپ کو خلافت سے علیحدہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ قمیص خلافت میری اپنی پہنی ہوئی نہیں بلکہ خدا تعالےٰ نے خود میرے سپرد کی ہوئی ہے اور میں اسے پہنے رہوں گا۔ اور جب اسے میری ضرورت نہ رہے گی تو وہ خود یہ قمیص کسی اور کو پہنا دے گا۔ دراصل آپ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق عمل کیا۔ حضور پر نور نے فرمایا تھا: یا عثمان! انہ لعل اللہ یقمصک قمیصا فان ارادوک علی خلعہ فلا تخلعہ لہم (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص۵۶۹ عن عائشہ) کہ اے عثمان! یقیناً اللہ تعالےٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ پس اگر لوگ ارادہ کریں کہ تو اتار کر وہ قمیص انھیں دے دے تو الیا نہ کرنا"، چنانچہ آپ شہید ہو گئے لیکن آپ نے اپنے آپ کو خلافت سے علیحدہ نہیں کیا۔ کیونکہ خدائے پاک کا انتخاب بہر حال صحیح بہتر اور مناسب ہوتا ہے۔ باقی مخالف لوگ تو انبیاء پر بھی تنقید کرتے اور ان کی عیب چینی کرتے ہیں اور ان کے کیڑے نکالنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

دوسری قسم کی بیعت دوسری قسم کی بیعت ایک خاص موقع اور خاص غرض کے لئے ہوتی ہے اور خاص لوگوں سے لی جاتی ہے۔ اس کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا (سورہ الفتح آیۃ ۱۹)

کہ اللہ تعالےٰ یقیناً خوش ہو گیا۔ مومنوں پر۔ جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ پس اس نے ان کے اخلاص کو جان لیا اس لئے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور انھیں بطور انعام کے فتح بخشی جو جلد ہی انھیں مل گئی۔

یہ بیعت اس وقت لی گئی جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے طواف بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ تو کفار مکہ نے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو مقام حدیبیہ میں روک دیا۔ اور حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو مکہ بھیجا تاکہ کفار سے گفتگو کر کے کوئی صورت ایسی نکالی جائے کہ طواف کیا جا سکے

لیکن جب حضور علیہ السلام نے محسوس کیا کہ جنگ ناگزیر ہے تو حضور پرنورؐ نے صحابہؓ سے بیعت لی کہ جنگ کی صورت میں وہ مونہہ نہیں موڑیں گے اور چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت مکہ میں تھے اس لئے بیعت لیتے وقت حضور علیہ السلام نے خوا پنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ دایاں ہاتھ عثمانؓ کی طرف سے بیعت کا ہاتھ ہے سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ احادیث میں اس بیعت کو بیعۃ الرضوان کے نام سے پکارا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے سبب خدا تعالیٰ نے مومنوں کے متعلق اپنی رضا اور خوشنودی کا اظہار کیا تھا۔

اس بیعت میں کئی مسلمان شامل نہ تھے، اور عورت تو کوئی بھی نہ تھی صرف وہی لوگ شامل ہوئے جو حضور پرنور کے ساتھ تھے، اور حدیبیہ میں موجود تھے اور خاص اس موقع کے لئے یہ بیعت لی گئی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت اس آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہوا کہ اس نے مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور پھر دوسرا اور بہت بڑا فضل یہ ہوا کہ اس نے ہمیں یہ توفیق بھی بخشی کہ ہم آپ پر ایمان لا کر آپ کی مستقل بیعت میں شامل ہوں۔

آپ نے جو شرائط بیعت تحریر فرمائیں اور پھر جو الفاظِ بیعت مقرر فرمائے ہیں ان میں دو فقرے ان سب کی جان ہیں۔

فقرہ اولیٰ۔ "شرط ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔"

غور فرمائیے کہ کیا یہ شرط اس لئے مقرر نہیں کی گئی کہ خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے؟ پھر اس کی اور کیا غرض ہو سکتی ہے؟ گویا ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کے دن حضور پرنور نے "تکمیل تبلیغ" کے عنوان سے جو اشتہار تحریر فرمایا اس سے حضور پرنور نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی حقیقی بنیاد رکھ دی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی حکومت سے مراد ہرگز ہرگز "دنیوی حکومت" نہیں ہو سکتی اور نہ ہی دنیوی حکومت کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی حکومت درحقیقت قائم ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی حکومت پہلے انسانی قلوب پر قائم ہوتی ہے اور پھر اس کے آثار زبان اور دیگر اعضاء پر ظاہر ہوتے ہیں اور اسی کے نتیجہ میں اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا ظہور ہوتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے

ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت

فسد الجسد كله ۔ کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے یعنی دل جب وہ ٹھیک ہوگا تو سارا جسم (ظاہر) ٹھیک ہوگا۔ اور جب وہ بگڑے گا تو سارا جسم بگڑ جائے گا۔

حکومت الٰہیہ کو قائم کرنے کا صحیح طریق پس اصل اصلاح دل کی ہے اور وہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ انسان کسی خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرے اور پھر دل کو تمام بدرسوم اور ہر قسم کی ہوا و ہوس سے پاک کرے اور قرآن پاک کو ہر حال میں اپنا دستور العمل قرار دے۔ اگر ہر مومن ایسا کرے تو دنیا میں خدا تعالیٰ کی حکومت خود بخود قائم ہو سکتی ہے۔ وہ لوگ جو اس خیال میں ہیں کہ پہلے "ظاہری حکومت" پر قبضہ کیا جائے پھر اس کے زور سے خدا کی حکومت کو قائم کیا ہے وہ بہت بڑے دھوکے میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ آدم سے لے کر آج تک اس طریق سے خدا کی حکومت کبھی دنیا میں قائم نہیں کی گئی۔ ہاں خدا تعالیٰ کی حکومت کے نتیجہ میں ظاہری یا دنیوی حکومت بھی حاصل ہو سکتی ہے اور ہوتی رہی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابتدائے بعثت سے لے کر سالہا سال تک خدا تعالیٰ کی حکومت کے قیام کے لئے کوشاں رہے۔ لوگوں کے عقاید، اعمال اور اخلاق کی اصلاح کرتے چلے گئے حتیٰ کہ خدا تعالےٰ کی حکومت دلوں میں مضبوطی سے قائم ہو گئی اور پھر آخر وہ دن بھی آگیا کہ آپ کو خدا تعالےٰ نے دنیوی حکومت سے نوازا۔

جب تک آپؐ بحیات رہے "دنیوی حکومت" پر خدا تعالیٰ کی حاکمیت غالب رہی، اسی طرح خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی روحانیت کا غلبہ رہا۔ جونہی یہ پچاس سال سے زیادہ عرصہ گزرا ملوکیت (دنیوی حکومت) کا دور دورہ شروع ہوا اور وہ امت مسلمہ کو لے ڈوبا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی مسلمانوں کو ہوشیار کر دیا تھا اور فرمایا تھا لا الفقر اخشى عليكم ولكن أخشى عليكم ان تبسط عليكم الدنيا كما بسطت على من قبلكم فتنافسوها كما تنافسوها وتهلككم كما اهلكتهم (متفق علیہ عن عمرو بن عوف) کہ میں اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم فقیر ہو جاؤ گے۔ میں تمہارے متعلق اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہارے لئے دنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جیسے کہ پہلے لوگوں پر کھولے گئے۔ پس پہلے لوگوں کی طرح تم اس کی طرف جھک جاؤ گے اور وہ پہلے لوگوں کی طرح تمہیں بھی ہلاک کر ڈالے گی۔"

فقرہ دوم:— دوسری بات جو بیعت کا حصہ ہے اور جو اس روحانی سلسلہ میں جان کی حیثیت رکھتی ہے وہ وہ عہد ہے کہ جو بیعت کے الفاظ میں دہرایا جاتا ہے کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔" اگر یہ روح ہر مسلمان میں پیدا ہو جائے تو یقیناً یقیناً ان کے ذریعہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کرنے میں

بہت مدد ملے گی۔ اور جتنی جتنی یہ روح ترقی کرتی چلی جائے گی، اسلام کی ترقی اور خدائے واحد و یگانہ کی حکومت کے قیام کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا چلا جائیگا اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا یعنی اسلام، اور ایک ہی خدا ہوگا جس کی عبادت کی جائے گی۔ یعنی اللہ تعالےٰ اور ایک ہی رسول ہوگا جس کی سرداری کا سکہ مانا جائے گا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

خدا تعالیٰ کی حکومت کی پہلی بنیاد دل پر پھر محل تیار کیا جا رہا ہے اور ہر ایک شخص جو اس جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ گویا ایک اینٹ ہے جو اس محل کی تعمیر میں حصہ لے رہا ہے اور اس کے بلند و مستحکم بنانے میں اپنی طاقت صرف کر رہا ہے۔

"کشتی نوح" کی اہمیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مبایعین کے لئے ایک مفصل تعلیم "کشتی نوح" میں پیش فرمائی ہے۔ وہ تعلیم کیا ہے؛ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کا نچوڑ ہے جو ہمارے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ فرمایا:۔

"میں نے بارہا اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا اس کی حقیقت تک جب تک نہ پہنچو گے تب تک نجات نہیں۔ قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم رہتا ہے۔ اگر مرید خود عامل نہیں تو پیر کی بزرگی اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ جب کوئی طبیب نسخہ کسی مریض کو دے اور وہ نسخہ لے کر طاق میں رکھ دے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ فائدہ تو اس پر لکھے ہوئے عمل کا نتیجہ تھا۔ جس سے وہ محروم ہے۔ "کشتی نوح" کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ قد افلح من زکٰھا۔ یوں تو ہزاروں چور، زانی، بدکار، شرابی، بدمعاش، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر کیا وہ درحقیقت ایسے ہیں ہرگز نہیں۔ امتی وہی ہے جو آپ کی تعلیمات پر پورا کاربند ہو۔" (ملفوظات جلد ۲، صفحہ ۳۳۴)

فتح مند اور غالب ہونے کا ایک ہی راستہ

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

"تمہارے فتح مند اور غالب ہونے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل گالی دو، کیونکہ اگر تم نے یہ راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالےٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی

نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے اوپر دو لعنتیں جمع کر لو۔ ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی۔ یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ نہ ہو۔ کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر خدا ہمیں نابود کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔

ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا ہے کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو! کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور سوائے اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔

سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ۔ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔ سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر ایک خیر اور شر کا بیج پہلے دل ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر تیرا دل شر سے خالی ہے۔ تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے تیرے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے۔ اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو۔ اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔

پھر بعد اس کے کوشش کرو اور نیز خدا تعالیٰ سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں، تمہارے اعضاء اور تمہارے تمام قویٰ کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں۔ تا تمہاری نیکیاں کمال تک پہنچیں۔"

(ازالہ اوہام ص۳۳۵)

پس "منشاء بیعت" تو اس امر کی مقتضی ہے کہ ہم زندگی بھر اپنے امام کی اطاعت میں جانی مالی، اور دیگر قربانیوں کے لئے اخلاص اور وفاداری اور صدق کے ساتھ ہر آن تیار رہیں۔ تا کہ اگر کسی وقت خاص قربانی کا موقع آئے اور اس کے لئے ہنگامی بیعت ہم سے لی جائے تو اس کو بھی کماحقہا نبھا سکیں۔ اور جب ہم خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں تو وفادار اور اطاعت شعار

اور مخلص ہونے کی حالت میں حاضر ہوں، اور تا خدا تعالیٰ کی حکومت کے قیام میں حصہ لینے والے ٹھہریں اور سعادت دنیوی اور اخروی سے مشرف ہوں۔

میرے بزرگو! بیعت ان تمام معاہدوں سے اہم اور بابرکت معاہدہ ہے جو انسان اپنی زندگی میں کسی سے کرتا ہے۔ اسکی برکات یقینی اور اس کا فیض ابدی ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اس فرض کو دیانت داری سے نبھا کر خدا تعالیٰ اور اس کے مسیح موعود کے سامنے عہدہ برآ ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو۔ اور ہمیں اپنے مخلصین میں شامل ہونے کی توفیق بخشے۔ اور ایسا نہ ہو کہ ہم خدا تعالیٰ کے سامنے غدّار ٹھہریں۔ اور مسیح موعود علیہ السلام سے ہمیں خائن کا خطاب ملے

اللّٰھم آمین۔

خدا کی ایک خاص قوم!

"اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے۔ بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں۔ اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو۔ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو، نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔"

(الوصیت)

نعمتِ خلافت اور اُس کی شکرگزاری کا طریق

محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ نبیوں کے فیوض و برکات اور ان کی قوتِ قدسیہ کا سلسلہ ممتد ہو اور لمبے عرصے تک جاری و ساری رہے۔ کیونکہ نبی کا وجود مظہر اللہ ہوتا ہے۔ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اس کے صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ انسان جسے خداوند تعالیٰ نے اپنے رنگ میں رنگین کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اخلاقِ خداوندی کو اختیار کرے۔ اس رنگینی کا بہترین ذریعہ نبیوں کی صحبت ہے۔ اسی لئے نبی مبعوث کئے جاتے ہیں اور اسی لئے حکم دیا جاتا ہے کہ لوگ ان پر ایمان لائیں اور اپنے اعمال و اقوال میں انہیں اسوہ بنا کر ان کی پیروی کریں ان کے نقشِ قدم پر چلیں۔ فرمایا:-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

کہ تم اگر اللہ تعالیٰ سے پیار کرتے ہو تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو اس طرح تم محبوبِ خدا بن جاؤ گے۔

نبی کی پیروی انسان کو خدا رسیدہ بناتی ہے اسے اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہونے کا موقعہ دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی کی پیروی کے لئے جس عظیم قوتِ عملیہ کی ضرورت ہے وہ نبی کی صحبت میں رہ کر اور اس کے ذریعہ ظاہر ہونے والے نشانات و معجزات کو دیکھ کر ہی پیدا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کے صحابہ میں جو وارفتگی اور فدائیت پائی جاتی ہے بعد کے لوگوں میں وہ خاص رنگ اس خاص طرز پر نہیں ہوتا جو نبی کی صحبت سے فیض یاب گروہ میں والہانہ طور پر دکھائی دیتا ہے

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ نبی کے روحانی فیوض اور برکات کا سلسلہ ممتد ہوتا رہے اور تعلق باللہ کا یہ دروازہ ہمیشہ وا رہے۔ اس لئے وہ نبی کی وفات پر اس کے پیروؤں میں سے ایک خاص شخص کو

اپنی رحمت سے غیر معمولی طور پر نوازتا ہے اور وہ نبی کی روحانی طاقتوں کا اپنے ظرف کے مطابق مرکز قرار پاتا ہے۔ سب مومنوں کی توجہات اسی کی طرف پھر جاتی ہیں اور سب مومن اس جدید مرکزِ روحانیت سے وابستگی کو الٰہی فضل سمجھتے ہیں۔ اس طرح جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور جب تک جماعتِ مومنین اللہ تعالیٰ کے اس فضل کی مستحق قرار پاتی ہے یکے بعد دیگرے یہ مرکز روحانیت جماعت میں قائم رہتا ہے یعنی خلافت راشدہ جاری رہتی ہے۔ اور جب شامتِ اعمال کے باعث یہ صورت باقی نہیں رہتی تو انفرادی طور پر نبی کی روحانیت کے نمونے جماعت میں قائم ہوتے ہیں اور اس کے فیوض و برکات منتشر طور پر یہاں اور وہاں جلوہ گر ہوتے ہیں گو یہ زمانہ خلافت راشدہ کے زمانہ سے کوئی نسبت نہیں رکھتا کیونکہ وہ اجتماعی فیوض و برکات کا زمانہ ہوتا ہے مگر تاہم نہیں کہہ سکتے کہ نبی کے فیوض منقطع ہوگئے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ تین۳ طریق سے نبیوں کے ذریعہ برکات کا انتشار فرماتا ہے۔ اصل طریق تو خود نبی کی ذات بابرکات ہے۔ اس کے بعد اجتماعی رنگ خلافتِ راشدہ کا طریق ہے۔ یہ زمانہ جتنا بھی لمبا ہو جائے اتنا ہی اس جماعت کی سعادت اور نیک بختی پر دلیل ہوتا ہے۔ تیسرا طریق بعد کے زمانہ میں ظاہر ہوتا ہے امت میں شاذ طور پر اولیاء کا وجود پایا جاتا ہے ان کی بزرگی مسلّم ہوتی ہے مگر وہ زمانہ اجتماعی فیضان کی بجائے انفرادی رنگ کا ہوتا ہے۔ پس خلافت خدا تعالیٰ کی نہایت عظیم نعمت ہے۔ یہ نبوّت کا تتمّہ اور اسی کی اجتماعی تجلّی ہوتی ہے۔ اسی لئے خلافت کے قیام کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اسے جماعت کے لئے بہت بڑا انعام قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں۔ لہذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اس غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا۔ تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے" (شہادۃ القرآن صفحہ ۵۸)

ایک دوسری کتاب میں آیت استخلاف وغیرہ کے ذکر پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"انّ اللہ قد وعد فی ھذہ الآیات للمسلمین والمسلمات انہ سیستخلفنّ بعض المؤمنین منھم فضلاً و رحماً و یبدلنّھم من بعد خوفھم امناً

کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمان مردوں اور عورتوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان میں سے

بعض مومنوں کو اپنے فضل اور اپنی رحمت سے خلیفہ بنائے گا اور اس طرح مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔" (سر الخلافۃ صفحہ ۱۵)

پس خلافت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اسکی رحمت ہے، اس کا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ کہ میرا قانون یہ ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اپنے انعام کو بڑھاتا رہوں گا میرا فضل زیادہ سے زیادہ تمہارے شامل حال ہوگا، اور رحمت پہلے سے بھی بڑھ کر تم پر سایہ افگن ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کسی انعام کی قدردانی یہی ہے کہ اس کے مناسب حال عائد شدہ فرائض کو بہتر رنگ میں ادا کیا جائے۔ شکر دل سے بھی ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اس نعمت کا دلی طور پر معترف ہو۔ اور دل کی گہرائیوں سے اسے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھے۔ پھر شکر زبان سے بھی ہوتا ہے۔ ہر وقت خدا کے انعام اور اس کے فضل کا اقرار کرے اور اسکی حمد و ثنا کو اپنا شعار بنائے۔ پھر شکر جوارح سے بھی ہوتا ہے، اعمال سے بھی ہوتا ہے یعنی ایسے اعمال بجالائے جو اس نعمت کی قدردانی پر دال ہوں۔ اور اس نعمت کے شایان شان ہوں۔ اس سلسلہ میں نعمتِ خلافت کے شکر کے لئے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ارشاد یوں فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"خیار ائمتکم الذین تحبونہم ویحبونکم وتصلون علیہم ویصلون علیکم (مسلم)
کہ تمہارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں تم ان کے لئے دعائیں کرتے ہو رحمتیں اور برکتیں چاہتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعائیں کرتے اور رحمتیں اور برکتیں طلب کرتے ہیں۔"

یہ طریق نعمتِ خلافت کی قدردانی کا ایک بہترین طریقہ ہے، خلافت کسی انجمن کی پرینڈیڈنٹی نہیں بلکہ یہ تو روحانی رشتہ ہے جسے نبی کے رشتہ کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے۔ جس طرح نبی امت کا باپ ہوتا ہے اسی طرح اپنے مقام کے لحاظ سے خلیفہ بھی اپنے اتباع کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ اسی لئے اس تعلق کی بنیاد محبت پر رکھی گئی ہے۔ اطاعت بھی دلی شوق سے ہوتی ہے اور غائبانہ طور پر دونوں طرف دعائیں بھی جاری ہوتی ہیں۔ جب تک یہ طریق قائم رہتا ہے اور جب تک دونوں طرف پیوند کی یہ صورت متواتر رہتی ہے نعمت خلافت اپنے حقیقی رنگ میں قائم رہتی ہے اور امت نبوت کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتی رہتی ہے۔ دین کا کلمہ بلند ہوتا رہتا ہے اور اتحاد و اتفاق کا وہ رنگ ہوتا ہے کہ شیطان اور اس کی ذریت اسے دیکھ کر انگاروں پر لوٹتی ہے اور اسلام کی ترقی ان کے سینوں میں ناسور کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے اپنی پہلی تقریر میں فرمایا:۔
وقد استخلف اللہ علیکم خلیفۃ لیجمع بہ الفتکم ویقیم بہ کلمتکم

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے خلیفہ مقرر فرمایا ہے تا اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمہاری الفت کو مضبوط بنائے اور تمہارے اندر پختہ اتحاد قائم کرے۔"

(دائرۃ المعارف مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۷۵۸)

خلافت باہمی الفت کے ساتھ ساتھ جماعت کی شیرازہ بندی کا زبردست ذریعہ ہے۔ پس خلافت کی نعمت کی قدردانی کی ایک صورت یہ ہے کہ باہم کسی قسم کا اختلاف اور شقاق پیدا نہ ہونے دیا جائے۔ اور متحد اور متفق ہو کر اسلام کی گاڑی کو آگے چلاتے رہنا چاہیئے۔

بھائیو! اللہ تعالیٰ ہی حی و قیوم ہے۔ اس نے جماعت احمدیہ پر عظیم فضل فرمایا ہے کہ ہمیں نعمتِ خلافت سے نواز رکھا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک نہایت کامیاب رنگ میں خلافت کی ذمہ داریوں کو ادا فرمایا اور کامران و سرخرو ہو کر اپنے مولیٰ کے پاس تشریف لے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیشہ آپ کے اجر و ثواب میں اضافہ فرماتا رہے۔ آمین ثم آمین

اب اُس نے جماعت پر فضل فرما کر ہمیں اپنی قدرت کے تیسرے مظہر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ سے نوازا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم خلافت کی نعمت کی قدر کو پہچانیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے مطابق اس نعمت کا حق ادا کریں، خلافت سے وابستہ رہیں، احکام کی اطاعت کریں، دلی محبت رکھیں، ہر وقت خلیفہ وقت کے لئے دعا کرتے رہیں تا اللہ تعالیٰ جلد سے جلد ہمارے ذریعہ سے اپنے دین کو دنیا کے کناروں تک غالب کر دے، اس کی توحید دنیا میں پھیل جائے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد پورا ہو۔ اللّٰھم آمین یا رب العالمین۔

خدا سے خاص انعام پانے کا وقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔" (الوصیت)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارنامے
بلحاظ فیوض روحانی

(محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (سورہ جمعہ ۱)

ترجمہ:- اللہ وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں ان میں سے ہی ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے (یا انہیں اللہ کے نشان دکھاتا ہے) اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے ایک کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کے چار کام بتائے ہیں۔

(۱) یتلوا علیہم اٰیاتہ۔ یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان ایک واسطہ بنائے گئے ہیں اللہ کا کلام اور اس کا منشاء پہنچانے کے لئے اور اس کے نشانات دکھا کر اس کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے اور امورِ ایمانیہ یعنی اللہ، رسول، کلام اللہ، فرشتوں اور یوم آخرت کو دلائل اور معجزات کے ذریعے منوانے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک پاکیزہ اور صافی اور وسعتیں رکھنے والا قلب تلاش کرتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو انتہائی پاکیزہ اور حد درجہ صافی اور کمال درجہ کی وسعتیں رکھنے والا قلب عطا کیا گیا۔ اور وہ ایسی وحیٔ الٰہی کا مہبط ٹھہرا جو نہ پہلے کسی پر نازل ہوئی تھی اور نہ بعد میں نازل ہوگی۔ وہ قلب اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہو گیا تھا اور اس میں کوئی غیر چیز باقی نہ رہی تھی، نہ کوئی نفس کی خواہش، نہ کسی انسان کا تعلق، نہ کسی غیر اللہ کا تصور۔ اس میں صرف خدا اور خدا کی محبت تھی۔ باقی سب کچھ مٹ چکا تھا۔ سو اس میں خدائے عظیم کا کلام اپنی تمام عظمت اور تمام چمکاروں اور تمام برکتوں اور تمام انوار کے ساتھ اترا اور ساری دنیا کے لئے اور ہمیشہ ہمیش کے لئے تاریکیوں کو دور کرنے

کا سامان کر گیا۔

خدا تعالیٰ کے نشانات اور اس کے معجزات، قربِ الٰہی اور خدمتِ دین اور ہدایتِ خلق کا جذبہ چاہتے ہیں۔ جتنا یہ جذبہ شدید ہوگا اتنی ہی نشانات و معجزات کی شدت و کثرت ہوگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ جذبہ عجیب طور کا دیا گیا۔ آپؐ نے اس جذبہ کی وجہ سے موتوں پر موتیں قبول کیں اور قریب تھا کہ شدتِ غم سے ہلاک ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس جذبہ پر نگاہ کی اور اُس کی رحمت نے جوش مارا اور آپؐ کو وہ نشانات و معجزات دیئے جو درحقیقت معرفتِ الٰہی کا موجب اور ہدایتِ خلق کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ انہی سے وہ راستہ پانا آسان ہو جاتا ہے جو باقیوں سے چھپا رہتا ہے۔ اور اُس خدا کی پہچان ہوتی ہے جو ہزاروں پردوں میں مستور ہے اور اپنے ظاہر ہونے کے لئے سچی محبت اور سچی قربانی کو چاہتا ہے جو بغیر زندہ نشانوں کے اور خدائی صفات کے اظہار کے ممکن نہیں ہوتی۔

عقل کو روشنی دیئے جانے کے بغیر وہ عقلی دلائل بھی حاصل نہیں ہوتے جو امورِ ایمانیہ کو منوا سکیں اور خدا اور اُس کے رسولوں اور اس کی کلام اور اُس کے فرشتوں اور اُخروی زندگی کے متعلق اطمینان اور یقین دلا سکیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نہایت درجہ روشن عقل بھی دی گئی جس نے ان دلائل کا دریا بہا دیا اور دنیا کے لئے ان چیزوں کا سمجھنا اور مان لینا ممکن ہو گیا۔

۲- تلاوتِ آیات کے بعد حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا دوسرا کام یزکیھم بیان کیا گیا ہے یعنی یہ کہ آپؐ ایمان لانے والوں کو آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک وصاف کرتے ہیں اور انہیں ترقیات کے راستوں پر چلاتے ہیں (زکاۃ کے معنے پاک کرنا اور بڑھانا دونوں ہیں)۔ پہلے آپؐ کو اللہ تعالیٰ کے نور کے ساتھ منور کیا گیا اور انتہا درجہ کا منور کیا گیا۔ پھر آپؐ نے اس سے دوسرے دلوں کو منور کیا اور ان کی تاریکیوں کو دور کیا۔ پہلے ایک برافروختہ شعلہ نے آپؐ کے اندر محبتِ الٰہی کی آگ کو بھڑکایا اور پھر آپؐ نے دوسرے دلوں کے اندر محبتِ الٰہی کی آگ پیدا کی جو ان کے گناہوں کو جلا دینے کا موجب ہوئی۔ اسی کا نام تزکیہ ہے۔ آپؐ نے کسی کی طرف نگاہِ شفقت کی تو اس کے اندر ایک انقلاب برپا ہو گیا اور اس کی پاک صلاحیتیں ابھر آئیں۔ اور گناہوں سے مخلصی ہوئی۔ آپؐ نے کسی کے لئے دعا فرمائی تو اُس کو ہمیشہ کے لئے ناپاکیوں سے دھو گئی۔ آپؐ کی محبت کسی کو میسر آگئی تو اس کا بیڑہ پار کر گئی۔

۳- آپؐ کا تیسرا کام اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یعلمھم الکتاب بتایا ہے یعنی یہ کہ آپؐ انہیں قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں جو بھی ایک کتاب تھی جو آپؐ کی وساطت سے انہیں دی گئی۔ اور اسی میں ہر قسم کی اخلاقی، روحانی، تمدنی اور اقتصادی تعلیم جمع ہوئی۔ کتاب بمعنی جمع کرنے والی چیز۔ آپؐ نے انہیں

وہ تمام ضروری باتیں سکھائیں جن کے سیکھنے کے بغیر یہ ترقیات ممکن نہیں ہو تیں (کتاب بمعنی فرض)۔ آپؐ نے ان پڑھ انسانوں کو اس تعلیم کے ساتھ دنیا کے سب سے بڑے عالم بنا دیا۔

۴۔ آپؐ کا چوتھا کام یہ بتایا گیا ہے کہ آپؐ انہیں الحکمۃ سکھاتے ہیں یعنی حکمت اور دانائی کی باتیں اور رموز شریعت اور احکام الٰہی کی حکمتیں۔ تاکہ تعمیلِ احکام کرتے وقت دل اور دماغ بھی تسلیؔ پائیں اور انشراحِ صدر حاصل ہو اور انسان علیٰ وجہ البصیرت آگے قدم بڑھائے اور محض اندھی تقلید کرنے والا نہ ہو۔ آپؐ نے یہ کام بھی عجیب شان سے کیا اور ان پڑھ انسانوں میں عجیب دانائی اور حکمت پیدا کی جس سے انہوں نے ایسے قدم بڑھائے کہ دنیا کے سردار ہو گئے۔

یہ چاروں قسم کے فیوض مل کر روحانی فیض کا ایک ایسا چشمہ جاری کرتے ہیں کہ اس سے دنیا سیراب ہوتی ہے۔ حضرت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین کو بھی انہی چار قسم کے فیوض سے نوازا گیا۔ یہاں تک کہ تیرہ سو سال بعد آپؐ کا ایک کامل ظلؔ بھی پیدا کیا گیا۔ جس نے اپنے وجود میں آپؐ کی ساری شکل اتار لی اور وہ آپ کی محبت میں کھویا گیا اور اُس نے دل میں ٹھان لی کہ وہ اپنے پیارے اور محبوب مطاع کی شان کو ازسرِ نو دنیا میں ظاہر کرے اور اس پر وارد کیئے گئے حملوں کو دور کرے اور اُس کے لائے ہوئے دین کو قائم کرے سو اس کو اپنی کامل اتباع اور انتہائی محبت اور شدید جذبہ کی وجہ سے وہی چاروں فیضان دیئے گئے اور اسی شان کے ساتھ دیئے گئے۔ کلام الٰہی کے انوار بھی آپ کے قلب پر اسی طرح سے چمکائے گئے۔ خدا کے نشان اور معجزات بھی اسی شدت اور کثرت کے ساتھ دیئے گئے۔ انسانی قلوب کو پاک کرنے کی طاقت بھی اسی طور سے دی گئی۔ تعلیم کتاب کی قوت بھی وہی بخشی گئی اور اس کو حکمت اور دانائی کا منبع بھی اسی طرح بنایا گیا۔ ہاں استاد اور شاگرد کا فرق ضرور قائم رہا۔ آقا اور غلام کی تمیز یقیناً رہی۔ سرچشمہ وہی آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہے، باقی سب اس کے طفیلی، لیکن اس شاگرد اور غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اِس روحانی فیض کو جاری کیا اور خوب جاری کیا۔ اِس وقت میرا موضوع آپ کے فیوض کو بیان کرنا نہیں ورنہ میرے دل کا گوشہ گوشہ ان سے لذّت اٹھا رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی باری آئی۔ انہوں نے بھی بھی چاروں کام کئے لیکن اِس وقت اُن کے بیان کا بھی موقعہ نہیں۔ آپ کے بھی یہ کام بہت روشن ہیں۔

آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ آئے۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مثیل قرار دیا۔ آپ بھی انہی چار کاموں سے پہچانے گئے کہ واقعی آپ مثیل مسیح ہیں۔ آپ نے تلاوتِ آیات بھی کیا ایسا اوقات آپ کے آیات قرآنی تلاوت کرنے میں یہ رنگ پیدا

ہوا کہ گویا وہ اس وقت نازل ہو رہی ہیں۔ الہام اور کشوف اور رؤیائے صالحہ کے ذریعہ آپ خدا تعالےٰ کا منشاء اور آئندہ کے واقعات ظاہر فرماتے رہے۔ یہ رؤیا اور کشوف قوم کی رہنمائی اور انھیں روحانی فیض پہنچانے کا بڑا موجب ہوئے یہ نعمت ایک قلب صافی کو ہی عطا ہوتی ہے۔

آپ کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے کئی نشانات ظاہر کئے جو تقویت ایمان اور روحانی تربیت کا موجب ہوئے۔ آپ کی زندگی ان نشانات سے بھری پڑی ہے۔ آپ کے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا خود بڑا نشان ہے جو اللہ تعالےٰ کی قدرتیں ظاہر کرتا ہے۔ یہی نشانات کی غرض ہوتی ہے کہ وہ ایمانی امور کے متعلق دلوں کو یقین بخشتے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کی طرف رہنمائی کرنے والے نشان نہ ہوتے تو ایمانی امور پردۂ اخفا میں ہی رہتے اور عاجز انسانوں کے لئے ان کا سمجھنا اور ان پر یقین کرنا ممکن نہ ہوتا۔ آپ کو غیر معمولی فہم دیا جانا ظاہری بھی اور باطنی بھی، معارف الٰہی کے خزانے دیئے جانا، آپ کا جلد جلد بڑھنا، آپ کا دنیا کے کناروں تک شہرت پانا، آپ کا دنیا کے کناروں تک تبلیغ حق پہنچانا اور اس کے مراکز قائم کرنا، تبلیغ اسلام کے لئے آپ کو بے انتہا ولولہ اور جوش اور نہایت عمدہ دلائل دیئے جانا۔ یہ سب نشان ایسے ہیں جو روحانی اسیروں کو رستگاری بخشنے والے، روحانی اندھوں کو بینائی دینے والے اور دلوں کو خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ آپ کے چشمۂ فیض ہونے کا یہ عالم تھا کہ آپ سے ایمانیات کا پوشیدہ سے پوشیدہ راز بھی دریافت کیا جاتا تو آپ اسے خوب واضح کرتے۔ ہستیٔ باری تعالےٰ، فرشتوں اور قضاء و قدر کے متعلق آپ نے بہت کچھ بیان کیا جو ایمان کی پرورش کا موجب ہوا۔ روحانی میدان کی سیر بھی آپ نے اپنی تقریروں کے ذریعے خوب کرائی۔ آپ کی تقریروں میں روحانیت کا جذب ایسا ہوتا کہ قلوب کو اپنی طرف کھینچ لیتا۔ اور ان کی اصلاح کرتا۔

آپ نے تزکیۂ قلوب کا کام بھی کیا۔ تزکیۂ قلوب کے لئے گناہوں کا علم دینا ضروری ہے تا وہ گناہوں کے گند سے بچ سکیں۔ نیکیوں کا علم دینا ضروری ہے تا وہ نیک اعمال کر کے پاکیزگی حاصل کر سکیں۔ ان میں اطاعت اور اخلاص کا جذبہ پیدا کرنا ضروری ہے تا وہ اللہ اور رسول کی اطاعت میں خدائی فیضان کے مستحق ٹھہر سکیں۔ ان کی ترقی کی تدابیر کرنا بھی ضروری ہے تا وہ تزکیہ کے مفہوم ترقی کو بھی پورا کر سکیں۔ بالآخر ان کے لئے دعائیں کرنا بھی ضروری ہے تا روحانی ترقی کے لئے جو کام وہ خود نہ کر سکیں دعا سے اس کے کرنے میں ان کو مدد دی جائے۔ دوسرے کے لئے دعا کی غرض یہی ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان تمام پہلوؤں سے تزکیۂ قلوب کا عظیم الشان کام کیا۔ آپ نے گناہوں کا علم بھی دیا اور نیکیوں کا علم بھی دیا۔ آپ کا لیکچر منہاج الطالبین اور بیسیوں اَور تقاریر اور

خطبات جمعہ اسی غرض کے لئے تھے۔ آپ نے اٹھتے بیٹھتے اللہ اور رسول کی اطاعت کا سبق دیا اور اسے دلوں میں اتارا۔ کیونکہ یہی سب سے بڑا طریق فیضانِ روحانی حاصل کرنے کا ہے۔ اسی اطاعت سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا نقش انسانی قلب پر آتا اور اس کی روحانی بیماریوں کو دور کرتا اور اس کی کایا کو پلٹتا ہے۔

آپ نے تعلیم کتاب بھی دی۔ کتاب اللہ کے معارف بیان کرنے میں آپ کو ید طولیٰ دیا گیا۔ آپ کی تفسیر کبیر معارف کے خزانے رکھتی ہے اس کو پڑھنے والے روحانی فیض سے مالامال ہوتے ہیں، سورہ فاتحہ کے مطالب آپ نے ان گنت بتائے ہیں۔ دو ہزار خطبات جمعہ اور تقاریر اس کی تفسیر میں ہوں۔ آپ کی تقریروں سے کلام الٰہی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے اس تعلیم کے لئے دینی مدارس بھی جاری کئے۔

آپ نے حکمت بھی سکھائی۔ بڑی بڑی دانائی کی باتوں سے آپ کی کتب اور تقاریر بھری پڑی ہیں۔ اس کی تفصیل بیان کرنا بہت وقت چاہتا ہے۔ یہ حکمت اور رموزِ شریعت کا بیان کرنا روحانی ترقیات کے بہت سے پہلوؤں پر حاوی ہے۔

یہ چار قسم کے روحانی فیض ہیں جو آپ سے جاری ہوئے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے ان فیوض کو ہر وقت محسوس کرتے۔ میرا تو ساری عمر یہ حال رہا کہ آپ کے پاس بیٹھنے کے لئے آپ کے پیچھے پیچھے پھرتا رہا۔ سفروں میں یہ موقعہ بہت مل جاتا۔ بعض دفعہ آٹھ آٹھ دس دس گھنٹے روز مل جاتے۔ آپ بہت شفقت فرماتے اور پاس خاطر کرتے۔ میں اسے کیا بیان کروں۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔ یہ کوئی میری خوبی نہ تھی بلکہ اس کھینچنے والے کی تھی جو حسن و احسان میں مسیحائے زمان کا مثیل تھا۔

آپ کی باتیں روح پرور ہوتیں۔ ان سے طبیعت کبھی سیر نہ ہوتی۔ یہی دل چاہتا کہ ان سے اور زیادہ لطف اندوز ہوا جائے۔

آپ کی تقاریر، خطبات جمعہ اور درس قرآن سب دلوں کی تاریں چھیڑنے والے ہوتے تا ان سے خدا کی حمد کے نغمے نکلیں اور وہ خدا کی محبت کے گیت گائیں۔ سبحان اللہ کیا زندگی بخش وہ کلمات ہوتے، کیا روح پرور ہوتے۔ آپ کے کلمات بیشتر حصہ اخبار الفضل میں چھپ چکے ہیں۔ ۱۹۱۳ء میں آپ نے یہ اخبار شروع کیا۔ میں نے آپ کے کلمات اور سلسلہ کی تاریخ کی خاطر اس کا ایک ایک پرچہ محفوظ رکھا ہے تا حسب ضرورت ان کلمات کو دیکھ سکوں۔

میں آپ کے فیوض اور آپ کے حسن روحانی پر بار بار قربان ہوا۔ میری تو کیا حیثیت ہے۔ میں تو ایک نہایت درجہ حقیر اور ذلیل اور ناکارہ انسان ہوں اور بھی بہت سے آپ پر قربان ہوئے اور انھوں نے اپنی زندگیاں آپ کے قدموں میں لا کر ڈال دیں۔ یہی نہیں بلکہ ساری جماعت آپ پر قربان ہوئی اور آپ کے فیوض سے بہرہ ور ہوئی۔

آپ کے فیوض روحانی کا چشمہ آپ کی دعائیں بھی تھیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قبولیت رکھی اور وہ دعائیں ہم عاجزوں کے کام آئیں۔ اس کا تجربہ کم و بیش سب احباب جماعت کو ہے، میں اپنے متعلق صرف ایک دعا کا ذکر کرتا ہوں۔ کوئی چالیس سال کی بات ہے۔ مجھے ایک ابتلاء پیش آیا۔ قادیان حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں شام کے وقت عرض کیا۔ صبح آپ کا ایک لمبا خط آیا جس میں تحریر تھا کہ آپ نے ساری رات کمر چارپائی کے ساتھ نہیں لگائی اور اس عاجز کے لئے دعا فرماتے رہے یہاں تک کہ سحری کے وقت الہام ہوا " السلام علیکم " جو دعا کی قبولیت اور اس عاجز کے سلامتی میں لانے کی بشارت تھی۔ اس کے چند دن بعد میں سائیکل پر قادیان سے گورداسپور جا رہا تھا کہ راستے میں نہر کی پٹڑی پر سٹھیالی کے پل کے پاس مجھے یوں معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ آسمان سے آکر میرے اندر داخل ہوا ہے اور میرے سینے سے سارا گند نکال کر لے گیا ہے اس کے بعد آج تک ایک لمحہ کے لئے بھی اس گند نے دل میں جگہ نہیں پائی۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

بدظنی ایک سخت بلا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"بدظنی ایک سخت بلا ہے جو ایمان کو ایسی جلد جلا دیتی ہے جیسا کہ آتشِ سوزاں خس و خاشاک کو۔ اور وہ جو خدا کے مرسلوں پر بدظنی کرتا ہے خدا اس کا خود دشمن ہو جاتا ہے اور اس کی جنگ کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے برگزیدوں کے لئے اس قدر غیرت رکھتا ہے جو کسی میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔"

(الوصیت)

اسلامی معاشرہ کا ایک اور نمایاں پہلو

صفائی و اخراجِ موادِ رَدّیہ کا نظام

مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے

(قسط پنجم)

مضمون کی یہ قسط دراصل گزشتہ قسط جو اصلاح وارشاد اور تربیت کے نظام کے متعلق تھی سے ہی متعلق ہے۔ گزشتہ قسط میں یہ بتایا گیا تھا کہ اسلامی معاشرے کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ اس کے اندر اصلاح وارشاد اور تربیت کا عمل اسی طرح ہر آن جاری وساری رہتا ہے جس طرح کہ ہمارے نظامِ جسم میں نظامِ تنفس ہر آن ہمارے خون کی اصلاح کرتا رہتا ہے۔ اب اس قسط میں بھی ایک اصلاح کا ذکر ہے مگر اس رنگ کی اصلاح کہ گندے مواد کو ہم اپنے معاشرے کے جسم میں بالکل برداشت نہ کریں بلکہ جس طرح ہمارا جسم گندے مادوں کو پیشاب پاخانے اور پسینے وغیرہ کی صورت میں باہر نکال پھینکتا ہے۔ اسی طرح سے اسلامی معاشرہ کے اراکین کا فرض ہے کہ معاشرے کے ایسے حصہ کو جن پر اصلاح وارشاد اور عام تربیت کا عمل کارگر نہ ہو اسے اپنے سے جُدا کردیں ورنہ ایسی بیماری پیدا ہو جائے گی جس کا وبال سب کو بھگتنا پڑے گا۔ جس طرح کہ اگر انتڑیوں میں رکاوٹ پیدا ہو جائے یا پیشاب بند ہو جائے تو سارے جسم کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سے اگر سخت گندے حصے کسی معاشرے میں موجود رہیں تو ان کی زہر سب حصوں میں سرایت کر سکتی ہے اور اس معاشرے کی اخلاقی یا روحانی موت کا موجب بن سکتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کی سبت کے احکام کی نافرمانی کا ذکر کیا ہے۔ سورۃ اعراف میں بتایا گیا ہے کہ ان کے اندر تین گروہ پیدا ہو گئے تھے۔ (ا) وہ جو سبت کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے۔ (ب) وہ جو ان کو منع کرتے تھے۔ (ج) وہ جو خود تو نافرمانی نہیں کرتے تھے:

لیکن نافرمانوں کو منع بھی نہ کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ تو صرف وہ لوگ بچائے گئے جو لوگوں کو گناہ اور نافرمانی سے روکتے تھے باقی سب لوگ نافرمان اور سزا کے مستحق سمجھے گئے چنانچہ فرمایا:-

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ (الاعراف ۱۶۵، ۱۶۶)

یعنی جب ان میں ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہا کہ تم کیوں اس قوم کو نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے پاس عذر پیش کرنے کے لئے کہ ہم نے ان لوگوں کو نصیحت کر دی تھی اور تاکہ شاید وہ تقویٰ اختیار کر ہی لیں۔ پس جب ان لوگوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو ان لوگوں کو کی گئی تھی۔ تو ہم نے ان لوگوں کو جو بُری باتوں سے روکتے تھے نجات دے دی اور جو لوگ ظالم تھے انہیں ایک نہایت تکلیف دہ عذاب میں مبتلا کر دیا۔ کیونکہ وہ اطاعت سے نکل رہے تھے۔

اسی طرح سورۃ القلم میں اللہ تعالےٰ نے کچھ نوجوانوں کی تمثیل بیان کی ہے جو ایک باغ کے مالک تھے وہ باغ کے پھل میں سے غرباء کا حصہ نہیں نکالا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک اچھا آدمی تھا جو کہا کرتا تھا کہ خدا تعالےٰ سے ڈرو اور اس کی سبوحیت کا اقرار کرتے ہوئے اپنے گناہوں سے رُک جاؤ۔ لیکن انہوں نے اس بات پر کان نہ دھرا۔ تب اللہ تعالےٰ نے ان کے باغ پر رات کے وقت ایک عذاب نازل کیا اور صبح کے وقت ان کا باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹا ہوا تھا اور جہاں تک اقتصادی تباہی کا تعلق تھا اس کا وبال اس نیک آدمی پر بھی پڑا۔ کیونکہ وہ بھی ان کا ایک ساتھی ہی تھا گو ان کو نیکی کی نصیحت کیا کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قومی گناہوں اور غلطیوں کی سزا جب نازل ہوتی ہے تو اچھے لوگ بھی اس کی لپیٹ میں آ سکتے ہیں۔ اس لئے ایسی حالت میں ایک مومن کا فرض ہے کہ جب معاشرہ بیشتر طور پر گندہ ہو جائے تو اگر اس میں طاقت ہے تو اس گندے حصہ کو جدا کر دے یا آپ اس سے جدا ہو جائے چنانچہ سورۃ القلم میں باغ والوں اور ان کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ:-

لَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ - بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ - قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ -

یعنی۔ جب انہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا کہ ہم تو راستہ بھول آئے ہیں (پھر غور سے دیکھا اور کہا) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے پھل سے بالکل محروم ہو گئے ہیں۔ جو ان میں سے اچھا آدمی تھا اس نے کہا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم خدا کی تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا ہمارا رب ہر عیب سے پاک ہے۔ ہم ہی ظلم کرنے والے تھے۔

اس کی مثال بالکل اس طرح سے ہے کہ جسم کے کسی ماؤف اور خطرناک طور پر گلے ہوئے حصہ کو اگر اپریشن کر کے جدا نہ کر دیا جائے تو بعض اوقات اس کا زہر سارے جسم میں سرایت کر کے بتدریج حصول کی ہلاکت کا موجب بھی بن سکتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الانفال ۲۶)

یعنی۔ اس فتنے سے ڈرتے رہو جو صرف ظالموں کو ہی نہیں پہونچے گا بلکہ اس کا اثر عام ہو گا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب یقیناً سخت ہوتا ہے۔

پس قومی جرائم کا اثر ساری قوم پر ہوتا ہے اور قوم کی عام تباہی سے اچھے اور بُرے لوگ سب متاثر ہوتے ہیں۔ پس اسلامی معاشرہ کے اراکین کا فرض ہے کہ وہ اول تو اپنے قومی نظام نفس یعنی اصلاح و ارشاد اور تربیت کے دھیمے دھیمے عمل کے ذریعہ سے عام رنگ میں قوم کی تربیت و اصلاح کرتے رہیں۔ اس کے بعد ان پر یہ بھی فرض ہے کہ اگر قوم کا کوئی حصہ گندہ ہو جائے اور صحت یابی کے مرحلے سے آگے نکل چکا ہو تو اس کو اپنے وجود سے اسی طرح علیحدہ کر دیں جس طرح کہ جسم انسانی مختلف طریقوں کے ذریعہ سے جسم کے اندرونی گند اور غلاظت کو باہر پھینکتا رہتا ہے یا جس طرح اپنے گھروں سے صفائی کر کے کوڑا کرکٹ کو باہر پھینک دیا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد بہت ہی واضح ہے اور وہ یہ ہے

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (مسلم)

یعنی ابوسعید رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ اے مسلمانو! تم میں سے اگر کوئی شخص کسی ناپسندیدہ امر کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ (یا اثر رسوخ یا وجاہت یا مرتبہ یا طاقت) کے ذریعہ سے بدل دے لیکن اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو پھر اس کو اپنی زبان کے ذریعہ سے بدلنے کی کوشش کرے یعنی تعلیم و تلقین کے ذریعہ سے یا افسرانِ بالا کے پاس رپورٹ کرنے کے ذریعہ سے۔ لیکن اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھے۔ تو پھر وہ اس ناپسندیدہ امر کو بدلنے کی کوشش کرے اپنے دل کے ذریعہ سے یعنی اپنے دل ہی میں اسے بُرا سمجھے تاکہ کم از کم اس کا اپنا وجود اس امر کے شر سے محفوظ رہے اور پھر اللہ تعالےٰ سے دل ہی دل میں مخفی طور پر دعا کرے کہ وہ خود اس شر کے مٹنے کے سامان پیدا کر دے۔ لیکن تیسرا ذریعہ سب سے کمزور ایمان کا مظاہرہ ہوگا۔

پس زندہ معاشرہ قومی مجرموں کو برداشت نہیں کرتا انہیں اپنی اصلاح کرنے پر مجبور کر دیتا ہے یا انہیں علیحدہ کر دیتا ہے۔ عام طور پر معاف کر دینے اور گناہوں پر پردہ پوشی کرنے کی صفت نہایت اعلیٰ صفات میں سے سمجھی جاتی ہے مگر اس سلسلہ میں قومی جرائم جنکا اثر قوم کے افراد پر عام ہو جاتا ہے اور فردی جرائم جنکا اثر ایک یا دو اشخاص تک ہی محدود رہتا ہے ان دونوں میں فرق کرنا نہایت ضروری ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ جہاں فردی جرائم پر ستاری کا حکم ہے وہاں قومی مجرموں کا اظہار کر دینا نہایت ضروری امر ہے۔ مندرجہ بالا حدیث میں کسی ناپسندیدہ امر کو صرف دل ہی میں بُرا منانا اور اس کے خلاف صرف دعا کا حربہ ہی استعمال کرنا اور اس کے خلاف اعلانیہ طور پر جدوجہد نہ کرنا اگرچہ سب سے کمزور ایمان کا مظاہرہ قرار دیا گیا ہے تاہم یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض اوقات دعا کا حربہ نہایت سریع الاثر ثابت ہُوا کرتا ہے۔

الغرض اسلام میں جس طرح جسم کو ظاہری اور باطنی اندرونی اور بیرونی ہر رنگ میں پاک و صاف رکھنے کا حکم ہے۔ اسی طرح اسلامی معاشرہ کے اراکین کا فرض ہے کہ وہ معاشرے کے جسم میں سے ہر گندے اور خبیث حصہ کو علیحدہ کرتے رہیں یا کم از کم اس کے خلاف ضروری کارروائی کرتے رہیں۔ جہاں تک ظاہری صفائی کا تعلق ہے اس پر بھی اسلام نے بڑا زور دیا ہے۔ کیونکہ اسلام کے نزدیک ظاہر کا اثر باطن پر اور باطن کا اثر ظاہر پڑتا ہے۔ روح جسم کے حالات سے متاثر ہوتا ہے اور جسم روح کی حالتوں سے متاثر ہوتا ہے۔ اگر ہم ظاہراً گند سے نفرت نہیں کریں گے تو باطناً بھی اپنے درمیان اخلاقی

اور روحانی گند کو برداشت کرلیں گے۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جسم کی صفائی اور گھروں اور شوارع کی صفائی اور خاص طور پر دانتوں کی صفائی پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

اَلنَّظَافَۃُ مِنَ الْاِیْمَانِ

یعنی پاک وصاف اور ستھرا رہنا ایمان کا ایک حصہ ہے۔

پھر فرمایا:۔

اُخْرِجُوْا مِنْدِیْلَ الْغَمَرِ مِنْ بُیُوْتِکُمْ فَاِنَّہٗ مَبِیْتُ الْخَبِیْثِ وَ مَجْلِسُہٗ۔

یعنی۔ ایسا دسترخوان جس کو چکنائی لگ گئی ہو اپنے گھروں سے علیحدہ کردیا کرو کیونکہ وہ خبیث مادوں یعنی جراثیم وغیرہ کا ٹھکانا اور ان کی مجلس گاہ ہے۔

دانتوں کی صفائی پر زور دیتے ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ مَعَ کُلِّ صَلٰوۃٍ

یعنی اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

پھر فرمایا:۔

اَلسِّوَاکُ مُطَھِّرَۃٌ لِلْفَمِ وَ مَرْضَاۃٌ لِلرَّبِّ

یعنی۔ مسواک منہ کی صفائی اور اللہ تعالےٰ کی رضامندی کا موجب ہے۔

قرآن کریم میں بھی ہر قسم کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی صفائی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ المدثر میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَ ثِیَابَکَ فَطَھِّرْ وَ الرُّجْزَ فَاھْجُرْ

یعنی۔ اپنے کپڑوں کو (یا اپنے پاس رہنے والے لوگوں کو اور اپنے سارے ماحول کو جسمانی، اخلاقی اور روحانی ہر طرح کے گند سے پاک کر اور ہر قسم کی گندگی اور غلاظت سے علیحدہ ہو جا۔

جماعت احمدیہ میں حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نظارتوں کا قیام فرمایا تو اصلاح وارشاد اور تربیت کے روحانی عملی تنفس کو ہر آن جاری وساری رکھنے کے لئے نظارت و اصلاح وارشاد مقرر فرمائی۔ لیکن نظام اخراج موادِ ردّیہ کے لئے نظارت امور عامہ مقرر فرمائی۔ جن لوگوں کی اصلاح نظارت

اصلاح و ارشاد کی تربیت سے نہ ہو سکے تو ان کا واسطہ پھر نظارت امور عامہ سے پڑتا ہے اور یا تو وہ اپنی اصلاح کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں یا انہیں ماؤف حصہ کی طرح جسم سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا جاتا ہے جو کہ نظارتِ امورِ عامہ کا کام ہے۔ یہ دونوں ادارے اپنی اپنی جگہ پر نہایت ہی ضروری ہیں لیکن دراصل اس ظاہر میں نظارت امور عامہ نظارت اصلاح و ارشاد کا تتمہ ہے۔ جہاں تک ماحول کی صفائی کا تعلق ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے راستہ سے کسی اذیت رساں چیز کا ہٹا دینا بھی نیکی قرار دیا ہے۔ پانچ وقت نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا ہے اور بعض مواقع پر نہانا اور غسل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ الغرض ظاہری صفائی کے متعلق تعلیم میں بھی قرآن کریم تمام ادیان گزشتہ سے کہیں آگے نکل گیا ہے۔ لیکن اخلاقی و روحانی صفائی کے اصول کو قرآن کریم میں انسان کا انتہائی مقصود قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (سورۃ الاعلیٰ)

یعنی۔ کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنا تزکیہ کر لیا۔ اور ہر قسم کے گند یعنی جسمانی، اخلاقی اور روحانی گند سے علیحدگی اختیار کر لی۔

قومی تزکیہ یعنی اخلاقی و روحانی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اصلاح و ارشاد و تربیت کا کام عملِ تنفس کے سے عمل کی طرح قوم میں ہر آن جاری و ساری رہے۔ لیکن اگر قوم کے جسم میں ایسا گند پیدا ہو ہی جائے جو علاج کی حد سے پرے گزر چکا ہو تو اسے برداشت نہ کیا جائے۔ بلکہ نکال باہر کیا جائے ورنہ پاکیزہ سے پاکیزہ معاشرہ میں بھی افراد سے کمزوریاں سرزد ہوتی رہی ہیں زندہ اور پاک معاشرہ کی خصوصیت یہ نہیں کہ اس میں کوئی فرد بھی گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ روحانی عملِ تنفس ہر دم جاری رہتا ہے اور گند کو برداشت نہیں کیا جاتا اور ماؤف عضو کو کاٹ کر علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ہماری جماعت میں جب نظارت اصلاح و ارشاد کا دائرہ عمل ختم ہو جائے تو نظارت امور عامہ حرکت میں آجاتی ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر آن اپنے نفوس کا قومی طور پر اور انفرادی طور پر بھی تزکیہ کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

حضرت المصلح الموعودؓ کے وصال اور خلافتِ ثالثہ کے قیام پر

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی قرار دادیں

(۱) قرار دادِ تعزیت

"مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ کا یہ غیر معمولی اجلاس اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر دلی غم والم اور حزن و ملال کا اظہار کرتا ہے۔ حضور کی یہ جدائی ہم سب پر شاق ہے۔ اسلام کا یہ بطلِ جلیل ساری عمر توحید کے قیام اور اشاعتِ اسلام میں کوشاں رہا۔ آپ نے اس راہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ کٹھن سے کٹھن مواقع پر جماعت احمدیہ کی اسی طرح حفاظت فرمائی جس طرح ماں اپنے بچوں کی حفاظت کرتی ہے اور خدائی نصرت اور اپنی فہم و فراست سے دشمنوں کے سروں کو اس طرح کچلا کہ وہ دوبارہ اٹھ نہیں سکے۔ دنیا والوں نے اس مردِ مجاہد کو ان گنت مواقع پر آزما کر دیکھا۔ اور بے شمار طریقوں سے دکھ دینے کی کوشش کی مگر انہوں نے ہر موقعہ پر ناکامی کا منہ دیکھا۔ خدا کے برگزیدہ پہلوان نے اسلام اور جماعت کی ترقی کے لئے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ ہر متعصب سے متعصب مورخ بھی اس بات پر مجبور ہوگا کہ وہ تاریخ میں حضور کا ذکر شاندار الفاظ میں کرے۔

آہ قدرت، رحمت، قربت، فضل اور احسان کا نشان، فتح و ظفر کی کلید، صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت اور اسیروں کا رستگار حضرت المصلح الموعودؓ کا وجود ہم سے جدا ہوگیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضور کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور حضور کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ مجلس انصار اللہ کو اس شرف پر ناز ہے کہ سات سال تک حضور نے

مجلس انصار اللہ کی صدارت بھی قبول فرمائی اور ہم خادموں کو حضور کی قیادت میں حضور کی زیر ہدایت کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ہم ممبران مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ اس قرارداد کے ذریعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ۔ حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کے جملہ برادران و ہمشیرگان۔ جملہ ممبران خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اکناف عالم میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کے سارے اراکین سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہر قدم پر ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔"

(۲) فرمانبرداری اور اطاعت کا اقرار

"ہم ممبران مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ اس امر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ایک دفعہ پھر قدرت ثانیہ کا ظہور فرما کر ہم سب کو ایک ہاتھ پر جمع کر دیا ہے۔ ہم سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بطور خلیفۃ المسیح الثالث انتخاب کو آیت استخلاف کے عین مطابق خدائی انتخاب یقین کرتے ہیں اور آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہر امر معروف میں حضور کی پوری پوری فرمانبرداری کریں گے۔ اور بشرح صدر ہر آواز پر لبیک کہیں گے۔ اور ہر خدمت کے لئے تیار رہیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔"

(ہم ہیں ممبران مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ)

وہ درد جو لذت سے بہتر ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"درد جس سے خدا راضی ہو اس لذّت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے"

(الوصیت)

مجلسِ انصار اللہ کراچی کی قرارداد تعزیت

ہم ممبران مجلس انصار اللہ کراچی حضرت اقدس سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر انتہائی غم والم اور گہرے حزن و ملال کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت اقدس رضؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موعود فرزند اور موعود خلیفہ تھے۔ حضور رضؓ نے ۵۱ سال سے زیادہ عرصے تک جماعت کی نہایت جلیل القدر طریقے پر رہنمائی فرمائی اور ساری دنیا میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کا ڈنکا بجانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ہم حضرت اقدس رضؓ کی جدائی سے سخت محزون اور انتہائی غمگین ہیں۔

ہم ممبران مجلس انصار اللہ کراچی اس موقعہ پر حضرت امیر المومنین سیدنا و امامنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں دلی تعزیت پیش کرتے ہیں نیز حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی۔ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی۔ حضرت اقدس کے حرم۔ صاحبزادگان اور صاحبزادیوں کی خدمت میں بصد ادب اظہار تعزیت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس صدمۂ عظیمہ کے برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے اور جماعت کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

(ہم ہیں ممبران مجلس انصار اللہ کراچی)

انصار اللہ کی ماہانہ رپورٹیں

بعض مجالس قرآن مجید کا ترجمہ سیکھنے، درس دینے، نماز باجماعت ادا کرنے، ناخواندہ اصحاب کو پڑھانے اور سلسلہ کی کتب کے مطالعہ وغیرہ کی تلقین ایسے نیک کام کرتی رہتی ہیں اور ایسے کام تقریباً ہر مجلس میں جاری ہیں لیکن بعض مجالس اپنی نیک مساعی کی اطلاع باقاعدہ ہر ماہ مرکز کو نہیں بھجواتیں، چنانچہ اس وقت تک اکتوبر کی رپورٹیں بعض مجالس کی طرف سے ابھی نہیں پہنچیں۔ عہدیداران سے گزارش ہے کہ وہ اپنی اولین فرصت میں اکتوبر کی رپورٹ کارگزاری بھجوائیں کارگزاری کی رپورٹ مطبوعہ فارم پر آنی چاہیئے۔ جن مجالس کے پاس فارم نہ ہوں وہ خط لکھ کر دفتر سے منگوا سکتی ہیں۔　　(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم

مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۶۵ء کو کتاب " اسلام اور جہاد" نیز نماز جنازہ کا طریق اور دعائیں" کا اراکین انصار اللہ کا امتحان لیا گیا جس میں ملکی ہنگامی حالات کی وجہ سے صرف ۲۲ انصار شامل ہوئے جو سب اول درجہ میں پاس ہوئے۔ اس امتحان میں مکرم نصیر احمد صاحب کراچی اوّل اور مکرم صدیق احمد صاحب لائل پور دوم رہے۔ اللہ تعالے مبارک کرے۔ آمین

قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

کراچی	مکرم چوہدری احمد مختار صاحب
"	مکرم آفتاب احمد صاحب بسمل
"	مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب
"	مکرم عزیز اللہ صاحب
"	مکرم عبد الکریم صاحب
"	مکرم محمد شفیع خاں صاحب زعیم اعلیٰ
"	مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب
"	مکرم نصیر احمد صاحب
"	مکرم مولوی صدر الدین احمد صاحب کھوکھر
"	مکرم ظہور الحسن صاحب
جہلم	مکرم مولوی عبد الکریم صاحب
جہلم	مکرم حوالدار محمد ابراہیم صاحب
"	مکرم حکیم محمد عبد اللہ صاحب
لائل پور	مکرم عطا حسین شاہ صاحب
"	مکرم فضل کریم صاحب
"	مکرم محمد طالب صاحب
"	مکرم صدیق احمد صاحب
سکھر	مکرم قریشی عبد الرحمٰن صاحب
"	مکرم صوفی محمد رفیع صاحب
ملتان	مکرم نذیر احمد صاحب
دنیا پور	مکرم محمد عبد اللہ صاحب
دار الرحمت شرقی ربوہ	مکرم مرزا برکت علی صاحب

میں خدا کی ایک مجسم قدرت ھوں

میرے بعد بعض اور وجود دوسری قدرت کے رنگ میں ظاھر ھونگے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے بعد سلسلہ خلافت کے قیام اور تا قیامت اس کے دائمی اجراء سے متعلق خدائی وعدہ کا ذکر کرتے ھوئے فرماتے ھیں :-

''تمھارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ھے اور اس کا آنا تمھارے لئے بہتر ھے کیونکہ وہ دائمی ھے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ھو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمھارے لئے بھیج دے گا جو ھمیشہ تمھارے ساتھ رھے گی جیسا کہ خدا کا براھین احمدیہ میں وعدہ ھے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ھے بلکہ تمھاری نسبت ھے جیسا کہ خدا فرماتا ھے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ھیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ھے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ھے۔ وہ ھمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ھے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ھیں اور بہت بلائیں ھیں جن کے نزول کا وقت ھے پر ضرور ھے کہ یہ دنیا قائم رھے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ھو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاھر ھؤا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ھوں اور میرے بعد بعض اور وجود ھونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ھوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکھٹے ھو کر دعا کرتے رھو اور چاھیئے کہ ھر ایک صالحین کی جماعت ھر ایک ملک میں اکٹھے ھو کر دعا میں لگے رھیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ھو اور تمہیں دکھا دے کہ تمھارا خدا ایسا قادر خدا ھے''

(الوصیت)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس گول بازار ربوہ میں طبع ھؤا